REGD NO P 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

بدر
ہفت روزہ — قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰-۳ روپے
ممالک غیر
۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۲ نئے پیسے

| جلد ۱۱ | ۱۹ وفا ۱۳۴۱ھش ۱۷ صفر ۱۳۸۲ھ ۱۹ جولائی ۱۹۶۲ء | نمبر ۲۸ |

سہ لسانی فارمولا

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

قومی وحدت کی تعمیر میں زبان کا بڑا اہم مقصد ہے۔ اس وقت جب زعمائے ہند کے سامنے نیشنل انٹیگریشن کا مسئلہ ہے۔ لسانی وحدت کی اہمیت بھی سامنے آتی ہے۔ ابھی تک ملک کی طبعی وجغرافیائی حالت کے علاوہ جنوب وشمال کی زبان میں بھی بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ ہندوستان کی وہ زبانیں جو برج بھاشا سے بنی ہیں۔ جیسے اردو ہندی۔ پنجابی۔ بنگالی۔ گجراتی اور مرہٹی ان کے درمیان کئی باتیں ایسی ہیں جو مشترک ہیں۔ اور محض چند دنوں کی مشق وعادت سے ان مشترک باتوں کا علم ہونے لگتا ہے۔ اس کا ایک قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ان مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے درمیان غیریت کا اتنا احساس نہیں ہوتا جتنا جنوبی ہند کی زبانوں سے ہوتا ہے۔

جنوبی ہند کی مشہور ومعروف زبانیں یہ ہیں۔ کنڑی۔ تلنگو۔ ملیالم۔ تامل ان زبانوں کی اصل سنسکرت یا برج بھاشا نہیں بلکہ یہ وہ زبانیں ہیں جن کا تعلق دراوڑین زبان سے ہے اور جو آج سے چار پانچ ہزار سال پہلے سندھ وپنجاب کی سب سے ترقی یافتہ زبان تھی لیکن آریوں کے اقتدار کے بعد جب یہ لوگ ہٹ کر جنوبی ہند کے جنگلوں میں آباد ہو گئے تو ان کی ہجرت کے ساتھ ساتھ ان کی زبانیں بھی حرفِ غلط کی طرح ہند کے ان خطوں سے مٹ گئیں۔ حتیٰ کہ آج بھی جب قوموں کا اختلاط اور سفر کی سہولت عام ہو گئی ہے۔ شمالی ہند جنوبی ہند کی زبانوں سے بالکل ناواقف ہے۔ اور اس ناواقفیت کے باعث ملک کے ان دونوں خطوں کی غیریت کو بیگانگی اتنی بڑھ گئی ہے جو "نیشنل انٹیگریشن" یا قومی اتحاد ویکجہتی کی تحریک کی راہ میں سنگِ گراں ہے۔ اس ہمہ گیر مقصد کی راہ میں جو رکاوٹ ہے اسے دور کرنا ارباب حل وعقد کا اولین فریضہ ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جب اس تحریک پر غور وخوض کرنے کے لئے دہلی میں وزراء اعلیٰ کی کانفرنس ہوئی تو اس میں شمالی وجنوبی ہند کی یہ غیریت دور کرنے کے لئے ایک سہ لسانی فارمولا پاس ہوا۔ اس کے مطابق یہ ضروری قرار دیا گیا کہ شمالی ہند کے سکولوں میں جنوبی ہند کی کسی ایک زبان کی تعلیم بھی ضروری قرار دی جائے۔ جو اس تجویز پر غور کرے گا وہ یقیناً تسلیم کرے گا کہ قومی اتحاد ویکجہتی کے لئے یہ سہ لسانی فارمولا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ اور اس اعتبار سے ہم اس فارمولے کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اگر اس فارمولے پر کامیابی اور انصاف سے عمل کیا گیا تو نہ صرف یہ کہ ملک کے ان دونوں علاقوں میں لسانی وحدت پیدا ہوگی بلکہ شمالی وجنوبی ہند کے ادب وثقافت کا بھی تبادلہ ہوگا اور بہت سے انمول جواہر پارے جو جنوبی ہند کے ادب میں پائے جاتے ہیں۔ شمالی ہند کے ادب میں بھی منتقل ہو جائیں گے۔ اور میرا خیال ہے کہ ادب وثقافت کے اس تبادلے میں سب سے زیادہ فائدہ اسلامی ادب کو پہنچے گا۔ جنوبی ہند میں قدیم مسلمانوں کے بے شمار آثار ہیں۔ جن سے ابھی تک شمالی ہند کے مسلمان ناواقف ہیں۔ بلکہ یہ تو اس موٹی سی بات سے بھی عموماً ناواقف ہیں کہ محمد بن قاسم اور سلطان محمود غزنوی کی آمد سے پہلے جنوبی ہند کے سواحل پر مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم ہو گئی تھیں۔ پھر جنوبی ہند کے مذہبی نوشتوں میں بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ جن سے اسلام کی تائید ہوتی ہے اگر یہ سہ لسانی فارمولا کامیاب ہوا تو نیشنل انٹیگریشن کے ساتھ ساتھ اسلام کو بھی اس سے تقویت حاصل ہوگی جنوبی ہند کے مسلمانوں نے اسلامی ادب کے بہت سے قیمتی حصے اپنے اپنے ادب میں منتقل کئے ہیں۔ بہت سی مذہبی کتابیں اپنی زبان لیکن عربی رسم الخط میں لکھی ہیں یہ سب باتیں ابھی تک شمالی ہند کے علم ومطالعہ سے باہر ہیں۔ اگر اس سہ لسانی فارمولے کے بعد جنوبی ہند کے ادب پر عام تحقیقات شروع ہوئی تو یقیناً شمال وجنوب میں نئے تعلقات کا آغاز ہوگا اور نیشنل انٹیگریشن کی بنیاد مضبوط ہوگی۔ وزراء اعلیٰ کی اس کانفرنس نے ملک کی ہر ریاست کو اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے طور پر اس سہ لسانی فارمولے کو اپنائیں۔ غالباً اس فارمولے کو اپنانے میں یوپی گورنمنٹ نے پہل کی ہے۔ لیکن اس فارمولے کی روشنی میں اس گورنمنٹ نے تعلیم کا جو منصوبہ بنایا ہے وہ پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس منصوبے میں ایک کو خوش کرنے کے لئے دوسرے کی خوب دل شکنی کی گئی ہے بلکہ ایک قوم کو اپنے گھر بسانے کے لئے دوسری قوم کو سپرد خاک کیا گیا ہے۔

یوپی گورنمنٹ نے اس فارمولے پر عمل کی جو اسکیم مرتب کی ہے وہ یہ ہے کہ ہر سکول میں تین زبانیں لازمی ہوں گی یعنی ہندی انگریزی اور جنوبی ہند کی کوئی ایک سی زبان۔ اس کے لئے یوپی کو مختلف حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

حکومت یوپی نے جس جرأت ودلیری سے یہ فیصلہ کیا ہے اسے دیکھ کر مسلمانوں کو اپنی قدر وقیمت کا صحیح احساس ہونا چاہیئے۔ ہم ابھی تک یہی شکایت کرتے تھے کہ اردو علاقائی زبان کے طور پر تسلیم نہیں کی گئی۔ اور کل تک ڈاکٹر سمپورنانند سے یہ گلہ تھا کہ انہوں نے اردو زبان کے وجود سے ہی انکار کر دیا۔ لیکن ان سے بھی زیادہ جرأت مندانہ قدم سی۔ بی گپتا وزارت نے اٹھایا ہے۔ کہ اس سہ لسانی فارمولے سے اردو بالکل خارج کر دی گئی۔ یہ فیصلہ مسلمانوں کے خلاف ایک راست اقدام ہے۔

ابھی مولانا ابوالحسن ندوی کا اخبارات میں ایک بیان شائع ہوا تھا کہ بغداد کی ہلالی کانفرنس میں جب ہند یونین پر یہ اعتراض کیا گیا کہ تعلیم کے ذریعہ مسلمان بچوں میں ہندو کلچر پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے مولانا نے کہا کہ یہ اعتراض سن کر میرا سر ندامت سے جھک گیا۔ یہ ہند یونین کی تعلیمی پالیسی پر ایک محب شریف آدمی کی شریفانہ لغزش تھی آخر حکومت کو اس کی فروگذاشتوں پر اور کیسے متنبہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس شریفانہ تنبیہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابھی اس بیان کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ یوپی گورنمنٹ نے سہ لسانی فارمولے کو اپنانے کے لئے یہ اسکیم پیش کر دی۔

مولانا حفظ الرحمان صاحب ممبر پارلیمنٹ نے بھی سی بی گپتا وزارت کو امریکہ سے اس سہ لسانی فارمولے پر متنبہ کیا ہے۔ مولانا نے اس تعلیمی اسکیم میں یہ ترمیم کی ہے کہ جنوبی ہند کی کوئی سی زبان یا اردو پڑھنے کا اختیار دیا جائے۔ مولانا کا یہ مشورہ صرف اردو دان طبقے کے لئے مفید نہیں۔ بلکہ کانگریسی حکومت کے لئے بھی مفید ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ مولانا کا یہ مشورہ بے چون وچرا مان لے۔ (باقی صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

اخبار احمدیہ

نخلہ ۱۳ جولائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۹ جولائی کو بذریعہ موٹر کار ربوہ سے نخلہ تشریف لے گئے۔ حضور کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

کل حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر رہی۔ اس وقت بھی طبیعت اچھی ہے۔ احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۱۷ جولائی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو سفر حیدرآباد سے واپسی پر پنجاب کی گرمی کی شدت کے باعث آنکھوں میں تکلیف زیادہ ہو گئی اور سرخی بڑھ گئی۔ چنانچہ امرتسر کے ماہر ڈاکٹر کو دکھایا انہوں نے عینک کا نمبر جو حیدرآباد سے لیا گیا تھا بھی تبدیل کر دیا اور بعض نئی ادویہ بھی تجویز کیں جن کے استعمال سے سرخی دور ہو چکی ہے اور تکلیف میں افاقہ ہو رہا ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ صاحب کو اپنے فضل سے جلد شفا بخشے۔ آپ کے اہل وعیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر وپبلشر نے ساما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

شیموگہ میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی تشریف آوری پر

تبلیغی و تربیتی تقاریب!

(مرتبہ مکرم ایس کے افتخار حسین صاحب سکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ شیموگہ)

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان۔ حیدر آباد دکن سے واپسی کے وقت براستہ بنگلور شیموگہ (میسور سٹیٹ) تشریف لائے راستہ میں ایک دن موصوف نے بنگلور قیام فرمایا۔ اور مورخہ ۲۸/۶/۶۲ کو پونہ ایکسپریس کے ذریعہ شیموگہ بوقت شام پہنچے۔ احباب جماعت ریلوے اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ موصوف کے ہمراہ مکرم سیٹھ معین الدین صاحب آف چنتہ کنٹہ امیر جماعت ہائے احمدیہ حیدر آباد و سکندر آباد۔ مکرم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل مبلغ انچارج آندھرا پردیش اور مکرم بی ایم بشیر احمد صاحب بنگلور تھے۔ گل پوشی کے بعد تمام احباب نے محترم صاحبزادہ صاحب اور معزز مہمانوں سے مصافحہ و معانقہ کیا اور معزز مہمانوں کو کار پر محترم سید مدار صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ شیموگہ کے مکان پر لایا گیا۔ جہاں سب کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ محترم صاحبزادہ صاحب کی تشریف آوری کی خبر دو مقامی کنٹری اخباروں میں شائع ہوئی۔

نماز جمعہ

مورخہ ۲۹/۶/۶۲ کو محترم صاحبزادہ صاحب نے نماز جمعہ احمدیہ مسجد محلہ سوانے پارا میں پڑھائی۔ اور خطبہ میں جماعت کے افراد خصوصاً نوجوانوں کو قیمتی نصائح فرمائیں۔ کہ کس طرح شیموگہ کی جماعت نے ابتداء میں قربانیاں کیں۔ اور ہر قسم کی مخالفت۔ تکلیفوں اور آزمائشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ نئی پود کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان سے بڑھ کر آگے بڑھنے اور ایمان و اخلاص ایثار و قربانی کے میدان میں ترقی کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ نماز جمعہ میں شیموگہ کے علاوہ بنگلور۔ سرب۔ ساگر اور دراس کے احباب نے بھی شرکت کی۔

ایک احمدی دوست کا جنازہ

یوں تو محترم صاحبزادہ صاحب کی تشریف آوری کے منتظر تمام خورد و کلاں چشم براہ تھے مگر ایک بیمار بزرگ مکرم ... خان صاحب مرحوم تو گویا ایک ایک لمحہ گن گن کر گذار رہے تھے۔ چنانچہ محترم صاحبزادہ صاحب کی تشریف آوری کی خبر پا کر مرحوم بہت خوش ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رحلت کا وقت قریب تھا چنانچہ اگلے دن جمعۃ المبارک کو پونے سات بجے صبح ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس بزرگ کی خوش نصیبی تھی کہ ایک طرف خدا تعالیٰ نے محترم صاحبزادہ صاحب کو یہاں پہنچایا۔ دوسری طرف سرب۔ ساگر۔ بنگلور اور مدراس کے احمدی احباب بھی یہاں پہنچ چکے تھے۔ بعد نماز جمعہ تمام احباب جماعت مرحوم کے مکان پر پہنچے۔ جنازہ مکان کے باہر رکھا ہوا تھا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے مرحوم کے جنازہ کی فوٹو لی۔ پھر جنازہ کو اشوکا گاندھی روڈ تک پیدل لایا گیا چونکہ قبرستان بہت دور ہے لہذا جنازہ کو بذریعہ لاری احمدیہ قبرستان پہنچایا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ تمام احباب جماعت بسوں اور کاروں میں بیٹھ کر احمدیہ قبرستان پہنچے۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے نماز جنازہ ادا کی۔ اور بعد تدفین قبر پر آخری دعا بھی کرائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولا کریم ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ ان کی لاولد بوڑھی بیوہ اور دیگر پسماندگان کا حافظ و ناصر رہے اور سب کو صبر جمیل عطا فرمائے نیز مقامی جماعت میں اس قیمتی وجود کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے جلد از جلد پر فرمائے۔ آمین اللھم آمین۔

تربیتی جلسہ میں محترم صاحبزادہ صاحب کی تقریر

جمعہ کی شام کو بعد نماز مغرب مکرم سید مدار صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ شیموگہ کے مکان پر تربیتی اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ جس میں جماعت کے اطفال۔ خدام۔ انصار اور دیگر جماعتوں سے آئے ہوئے مہمانوں نے شرکت کی۔ پہلی تقریر مکرم چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ حیدر آباد دکن نے کی۔ جس میں آپس کے تعلقات کو استوار رکھنے۔ اتفاق و اتحاد۔ اور تعاون علی البر کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے پرلطف تقریر فرمائی۔ جس میں احباب جماعت کو دینی خدمت میں ایک دوسرے سے بڑھنے نماز باجماعت کی پابندی اختیار کرنے اور صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے متعدد دلچسپ واقعات سے مضمون ذہن نشین کرایا۔ اس پر اثر خطاب کو سب خورد و کلاں نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔

صاحبزادہ صاحب کے اعزاز میں ٹی پارٹی

بروز ہفتہ مورخہ ۳۰/۶/۶۲ کو ۵ بجے شام۔ کرناٹک سنگھا ہال میں جماعت احمدیہ شیموگہ کی طرف سے محترم صاحبزادہ صاحب کے اعزاز میں ٹی پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں جماعت کے تمام افراد کے علاوہ ہر طبقہ کے ہندو، مسلم، عیسائی معززین نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر سب سے پہلے مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ انچارج میسور سٹیٹ نے سپاس نامہ پیش کیا۔ جس کا انگریزی ترجمہ مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان نے سنایا۔ جس کے جواب میں محترم صاحبزادہ صاحب نے غیر از جماعت حاضرین کو احمدیت کی تعلیم سے شناسا کرایا اور بتایا کہ احمدیت کی تعلیم سے کس طرح وہ راہ ہموار ہوتی ہے جو دنیا میں حقیقی امن اور شانتی کے علاوہ دنیا کی سچی خوشحالی کا موجب بننے والی ہے۔ آپ کی تقریر کا ترجمہ مکرم نوجوان صاحب نے انگریزی میں سنایا۔ اس کے بعد سب حاضرین کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی اور آخر میں معززین کا محترم صاحبزادہ صاحب سے تعارف کرایا گیا۔ چند معزز افراد نے محترم صاحبزادہ صاحب سے جماعت احمدیہ کے بارہ میں کچھ سوالات دریافت کئے۔ جن کا موصوف نے تسلی بخش جواب دیا۔ بفضلہ تعالیٰ اس تقریب کا غیر از جماعت افراد پر بہت اچھا اثر ہوا۔

جلسہ سیرت پیشوایان مذاہب

مورخہ ۱/۷/۶۲ بروز اتوار میونسپل ٹاؤن ہال میں بوقت ۹ بجے شام محترم صاحبزادہ صاحب کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت و نظم کے بعد پہلی تقریر ریورنڈ ایس نذر یا مشنری انچارج پراٹسٹنٹ مشن ضلع شیموگہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر فرمائی۔ جس میں آپ کی پیدائش سے وفات تک اہم واقعات اور معجزات کا ذکر کیا۔ اور جماعت احمدیہ کی جلسہ میں تقریر کی دعوت کا شکریہ ادا کیا۔ دوسری تقریر شری کیو پالم چندر شیکریا لیڈر ہندو مہا سبھا نے ہندو مذہب کے اوتاروں کی سیرت کے عنوان پر کی۔ آپ نے جذبہ حب الوطنی کے تحت اس ملک میں پیدا ہونے والے اوتاروں اور ان کی تعلیم کا ذکر کیا۔ نیز مختلف مذاہب کے نظریات میں مطابقت دیتے ہوئے ہندو مذہب کی پیشگوئیوں کی رو سے ہدایت کے تسلسل کا ذکر کیا۔ از اں جملہ احمدیت اور بانی جماعت احمدیہ اور جماعت کے۔ دنیا بھر میں تبلیغی کارناموں کا ادب و احترام سے ذکر کیا۔ ایسے جلسوں کے انعقاد کی افادیت کا اقرار اور ان کے تسلسل کی حمایت کی۔ تیسری تقریر مکرم گیانی سیوا سنگھ صاحب کی تھی آپ نے جماعت سے سکھوں کے تعلقات اور جذبہ وطنیت کے ماتحت جماعت کے مرکز کا احترام سے ذکر اور محترم صاحبزادہ صاحب کے پنجابی ہونے اور پنجاب سے تشریف آوری پر "جی آیاں نوں" یعنی خوش آمدید کے بعد حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ کی پاک زندگی اور ان کے کارناموں اور سفروں کے بارہ میں روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ سکھ مذہب اور اسلام کی تعلیم توحید ہے۔ سکھ مذہب میں جس طرح اپنے گوروؤں کا احترام ہے اسی طرح ان مسلمان بزرگوں کا بھی احترام ہے۔ جن کا کلام گرنتھ صاحب میں موجود ہے۔ آخر میں موصوف نے محترم صاحبزادہ صاحب کے دیدار سے مشرف ہونے کو اپنی خوش قسمتی قرار دیا۔ اور جماعت احمدیہ شیموگہ کی طرف سے یہ موقعہ بہم پہنچانے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور آئندہ ایسے مواقع پر تعاون کا یقین دلایا۔ جناب گیانی صاحب کی تقریر کے بعد مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان نے انگریزی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تقریر فرمائی۔ خدا تعالیٰ کی صفت رب العالمین ایمان بالرسالت۔ انسانی برادری سے حسن سلوک۔ حضور کی تعلیم میں انسانی ہمدردی کے دائرہ کی وسعت۔ اور سب مذاہب کے رشتوں کو جوڑنے کی دلکش اسلامی تعلیم پیش کی۔ اس کے بعد آخری تقریر مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ انچارج میسور سٹیٹ نے اردو میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر کی۔ آپ نے حضور کی تعلیم کے وہ اقتباسات سنائے جن میں آپ نے مختلف مذاہب کے پیشواؤں اور ان کی مقدس کتابوں کو منجانب اللہ قرار دے کر ان پر دل سے ایمان لانے (باقی صفحہ ۔۔ پر)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک اہم تقریر

جماعتی ترقی کیلئے چند ضروری امور

★ ہر جگہ قرآن کریم درس جاری کئے جائیں ★ تعلیمی ترقی کی کوشش کی جائے ★ تجارت کی طرف توجہ کی جائے۔ اور ★ وقف زندگی کی تحریک کو مضبوط بنایا جائے۔ ★ مرکز سلسلہ میں بار بار آنے کی کوشش کی جائے۔

(فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء بمقام قادیان)

فرمایا۔

کچھ عرصہ ہوا میں نے جماعت کے دوستوں کو بعض تحریکات کی تھیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ ان پر عمل کئے بغیر جماعت کلی طور پر کبھی ترقی نہیں کر سکتی مگر افسوس ہے کہ جماعت نے ان کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ اب میں پھر دوستوں کو ان تحریکات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

ان میں سے ایک تحریک تو یہ ہے کہ

ہر جگہ قرآن کریم کے درس جاری

کئے جائیں۔ اور کوشش کی جائے کہ جماعت کا ہر فرد قرآن کریم کا ترجمہ جانتا ہو۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دونوں کا یہ کام ہے کہ وہ جماعت کی نگرانی رکھیں اور دیکھیں کہ ان میں سے کون کون لوگ قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتے۔ پھر جو لوگ ایسے ہوں ان کو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھایا جائے۔ اور اس بارہ میں اس قدر تعہد سے کام لیا جائے کہ جماعت کا کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم کا ترجمہ نہ جانتا ہو۔ اور جو لوگ قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہوں ان کے متعلق کوشش کرنی چاہیئے کہ انہیں دوسرے علوم سے واقفیت پیدا ہو۔ پھر میں نے یہ بھی اعلان کیا تھا کہ چونکہ دنیوی تعلیم بھی

نہایت اہم چیز

ہے۔ اس لئے ہر جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے افراد کا جائزہ لے اور کوشش کرے کہ جماعت کا کوئی لڑکا ایسا نہ ہو جو کم از کم پرائمری پاس نہ ہو۔ پھر جو لڑکے پرائمری پاس ہوں ان کے متعلق کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ مڈل تک تعلیم حاصل کریں۔ جن کی تعلیم مڈل تک ہے۔ ان کے متعلق کوشش کریں کہ وہ انٹرنس پاس کریں اور جو لڑکے انٹرنس پاس ہیں ان کے متعلق کوشش کریں کہ وہ کالج میں داخل ہوں اور ایف اے یا بی۔ اے پاس کریں۔ غرض تعلیم کو ترقی دینا ہماری جماعت کا

اہم ترین فرض ہے

اس طرح ایک طرف تو خود ان کے ایمان میں مضبوطی پیدا ہوگی۔ اور دوسری طرف جماعت کی طاقت اور اس کی قوت میں بھی اضافہ ہوگا۔ پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ فوراً اس قسم کے نقشے پُر کر کے نظارت میں بھجوائیں کہ ہر جماعت میں پانچ سے بیس سال تک کی عمر کے کتنے لڑکے ہیں۔ ان میں سے کتنے پڑھتے ہیں اور کتنے نہیں پڑھتے۔ اور جو پڑھتے ہیں وہ کون کونسی جماعت میں پڑھتے ہیں۔ پھر جو نہیں پڑھتے ان کے والدین کو تحریک کی جائے کہ وہ انہیں تعلیم دلوائیں۔ اور کوشش کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ لڑکے سکولوں میں تعلیم حاصل کریں۔ اور ہائی سکولوں میں سے پاس ہونے والے لڑکوں میں سے جن کے والدین صاحب استطاعت ہوں۔ ان کو تحریک کی جائے کہ وہ انہیں یہاں کالج میں پڑھنے کے لئے بھیجیں تاکہ ہماری جماعت دنیوی تعلیم کے لحاظ سے بھی دوسروں پر فوقیت رکھنے والی ہو۔

تیسری تحریک

جو کچھ عرصہ سے میں جماعت کو کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کو اب تجارت کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ میں نے بارہا بتایا ہے کہ تجارت ایسی چیز ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا میں بہت بڑا اثر و رسوخ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے دو نوجوان افریقہ گئے ایک کو ہم نے لکھا کہ تمہیں خرچ کے لئے ہم ۲۵ روپے ماہوار دیں گے۔ مگر دوسرے سے ہم نے کہا کہ تمہارے اخراجات برداشت کرنے کی ہمیں توفیق نہیں۔ اس نے کہا توفیق کا کیا سوال ہے۔ میں خود محنت مزدوری کر کے اپنے لئے روپیہ پیدا کروں گا سلسلہ پر کوئی بار ڈالنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم نے کہا۔ یہ تو بہت مبارک خیال ہے اگر

ایسے نوجوان ہمیں میسر آجائیں

تو اور کیا چاہیئے۔ چنانچہ وہ دونوں گئے اور انہوں نے پندرہ روپیہ چندہ ڈال کر تجارت شروع کی۔ اب ایک تازہ خط سے معلوم ہوا ہے کہ وہی نوجوان جنہوں نے پندرہ روپیہ سے تجارت شروع کی تھی۔ اب تک ایک ہزار روپیہ تبلیغی اخراجات کے لئے چندہ دے چکے ہیں اور اپنا گذارہ بھی اتنی مدت سے خود ہی کرتے آ رہے ہیں اس کے علاوہ مقامی مشن کے ذمہ ان کا

چالیس پونڈ کے قریب قرض

بھی ہے۔ جو انہوں نے اپنی تجارت کے نفع سے دیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہم اس سے بھی زیادہ روپیہ کما لیتے۔ مگر چونکہ گورنمنٹ نے مال کی درآمد برآمد پر کئی قسم کی پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم زیادہ روپیہ کما نہیں سکے۔ ورنہ

اس قسم کی سینکڑوں مثالیں

موجود ہیں کہ اس ملک میں بعض نوجوان ہزار ہزار دو دو ہزار روپیہ کے ساتھ آئے اور اب وہ لاکھ لاکھ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے مالک ہیں۔ یہاں سے

ایک نوجوان امریکہ

بھاگ گیا تھا وہ ذہین تو تھا مگر یہاں اسے دین سے کوئی انس نہیں تھا۔ غیر ملک میں جا کر اسے دین سے بھی انس پیدا ہو گیا اور اس نے روپیہ بھی کمانا شروع کر دیا یہاں سے وہ جہاز میں چوری چھپے بیٹھ گیا تھا۔ راستہ میں پکڑا گیا تو اسے جہاز میں

کوئلہ ڈالنے پر مقرر

کر دیا گیا۔ اس طرح وہ امریکہ پہنچا۔ ایک پیسہ بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ مگر اب وہ سال میں دو تین ہزار روپیہ چندہ بھیج دیتا ہے۔

ابھی تک پڑے اللہ ہوئے اس نے تحریک جدید کے امانت فنڈ میں تیس پینتیس ہزار روپیہ بھجوایا ہے۔ اس کے علاوہ چھ سات ہزار روپیہ اس نے وصیت کا بھی بھیجا ہے۔ حالانکہ یہاں سے وہ بغیر کسی پیسہ کے گیا تھا۔

غرض

نوجوان اگر ہمت سے کام لیں

تو غیر ممالک میں جا کر وہ ہزاروں روپے بڑی آسانی سے کما سکتے ہیں۔ مگر میں حیران ہوتا ہوں کہ ہماری جماعت کے بعض نوجوانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اگر ان کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔ تو اس کو محنت سے سر انجام دینے کی بجائے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے وقف زندگی کی تحریک کی۔ اور میں نے بڑی وضاحت سے جماعت کے نوجوانوں کو بار بار سمجھایا کہ دیکھو تمہیں اجر کے طور پر ایک پیسہ بھی نہیں ملے گا۔ تمہیں اپنے پاس سے کھانا کھانا پڑے گا۔ تمہیں پیدل سفر کرنا پڑے گا۔ تمہیں فاقے کرنے پڑیں گے۔ تمہیں ماریں کھانی پڑیں گی۔ تمہیں ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں گی اور

تمہارا فرض ہوگا

کہ ان تمام حالات میں ثابت قدم رہو اور استقلال سے خدمت دین میں مصروف رہو۔ یہ سبق میں اپنے خطبات میں دہراتا اور بار بار دہراتا ہوں۔ پھر میں اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ نوجوانوں کو خود انٹرویو کے لئے اپنے سامنے بلاتا ہوں اور کہتا ہوں دیکھو تم نے میرے خطبات تو پڑھ لئے ہوں گے اب پھر مجھ سے سُن لو۔ تمہیں کوئی پیسہ نہیں ملے گا۔ کیا تمہیں منظور ہے وہ کہتے ہیں منظور ہے۔ وہ کہتے ہیں .... پھر کہتا ہوں تمہیں پیدل سفر کرنا پڑے گا۔ کیا اس کے لئے تیار ہو وہ کہتے ہیں پوری طرح تیار ہیں۔ پھر کہتا ہوں تمہیں جنگلوں میں جانا پڑے گا۔ کیا اس کے لئے تیار ہو وہ کہتے ہیں ہم جنگلوں میں جانے کے لئے بھی تیار ہیں۔ پھر کہتا ہوں تمہیں فاقے بھی آئیں گے۔ کیا تم فاقہ کے لئے تیار ہو وہ کہتے ہیں ہم فاقہ کے لئے

بھی تیار رہیں۔ میں کہتا ہوں تمہیں لوگوں سے ماریں کھانی پڑیں گی۔ کیا تم اس کے لئے بھی تیار ہو؟ وہ کہتے ہیں ہم ماریں کھانے کے لئے بھی تیار ہیں۔ غرض یہ سبق انہیں خوب یاد کرایا جاتا اور بار بار اُن کے سامنے دہرایا جاتا ہے اس کے بعد

جب ہم سمجھ لیتے ہیں

کہ یہ سبق ان کو خوب یاد ہو چکا ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں جاؤ سلسلہ میں جو سلسلہ کی زمینیں ہیں اُن پر کام کرو۔ منشی کا کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے۔ جاتے ہیں تو تیسرے دن مینیجر کی طرف سے تار آ جاتا ہے کہ منشی صاحب بھاگ گئے ہیں کیونکہ وہ کہتے تھے میرا دل یہاں نہیں لگتا۔ کوئی ایک مثال ہو تو اُسے برداشت کیا جائے دو مثالیں ہوں تو انہیں برداشت کیا جائے۔ مگر ایسی کئی مثالیں ہیں کہ بعض نوجوانوں نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے کا عہد کرتے ہوئے

اپنی زندگیاں وقف کیں

مگر جب ان کو سلسلہ کے کسی کام پر مقرر کیا گیا تو بھاگ گئے۔ محض اس لئے کہ تکالیف ان سے برداشت نہیں ہو سکیں۔ اس قسم کے مواد کو کوئی جرنیل کیا کر سکتا ہے آدمی کو کم از کم یہ تو تسلی ہونی چاہئے کہ میں بھی جان دینے کے لئے تیار ہوں اور میرا ساتھی بھی خدا تعالیٰ کے لئے تیار بیٹھا ہے مگر یہاں یہ حالت ہے کہ بعض نوجوان اپنی زندگی وقف کرتے ہیں اور پھر ذرا سی محنت اور ذرا سی تکلیف پر کام چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو سرزنش کی جاتی ہے تو جماعتیں اس کو اپنے گلے سے لپٹا لیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ آپ کو اس کے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ورنہ یہ آدمی بڑا مخلص ہے اور سلسلہ کے لئے بڑی قربانی کرنے والا ہے حالانکہ

چاہیئے یہ تھا

کہ جب ایسا شخص واپس آتا تو بیوی اپنے دروازے بند کر لیتی اور کہتی کہ میں تمہاری شکل دیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ بچے اس سے منہ پھیر لیتے اور کہتے کہ تم دین سے غداری کا ارتکاب کر کے آئے ہو ہم تم سے ملنے کے لئے تیار نہیں۔ دوست اس سے منہ موڑ لیتے کہ ہم تم سے دوستی رکھنے کے لئے تیار نہیں تم نے تو موت تک اپنی زندگی سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کی تھی۔ اب تم خود واپس نہیں آ سکتے۔ تمہاری روح تو جسم سے نکل کر ہی یہاں نہیں آسکتی اللہ تعالیٰ کے حضور جائے گی اس لئے تمہارا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مگر بعض جماعتیں ایسے لوگوں کو پیار سے اپنے گلے لگاتی اور سینہ سے چمٹانے لگ جاتی ہیں۔ ہم جب بچے تھے تو حضرت ام المومنین

ہمیں کہانی سنایا کرتی تھیں

کہ ایک جولاہا کہیں کھڑا تھا کہ بگولا اٹھا اور وہ اس کی لپیٹ میں آ کر اڑتے اڑتے کسی شہر کے پاس آ گرا۔ اس شہر میں ایک نیم پاگل بادشاہ رہا کرتا تھا اور اس کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ کئی شہزادوں نے رشتہ کی درخواست کی مگر اس نے سب درخواستوں کو رد کر دیا اور کہا کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کسی فرشتہ سے کروں گا۔ جو آسمان سے اترے گا۔ کسی اور کو رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یوں دن گذرتے گئے۔ لڑکی کی عمر بھی بڑی ہوتی گئی۔ ایک دن وہ جولاہا بگولے کی لپیٹ میں جو اس شہر کے قریب آ کر ننگ دھڑنگ گرا تو لوگ دوڑتے ہوئے بادشاہ کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے کہ حضور آسمان سے فرشتہ آ گیا ہے۔ اب اپنی لڑکی کی اس سے شادی کر دیں۔ بادشاہ نے اپنی لڑکی کی جولاہے سے شادی کر دی وہ بیچارہ آدمی تھا نرم نرم گدیلوں اور اعلیٰ اعلیٰ کھانوں کو وہ کیا جانتا تھا اسے تو سب سے بہتر یہی نظر آتا تھا کہ زمین پر ننگے بدن سوئے اور روکھی سوکھی روٹی کھائے۔ مگر جب

بادشاہ کا داماد بنا

تو اس کی خاطر تواضع ہونے لگی۔ نوکر کبھی اس کے لئے پلاؤ پکاتیں کبھی زردہ پکاتیں کبھی مرغا تیار کریں۔ پھر جب بستر پر بیٹھے تو نیچے بھی گدیلے ہوتے اور اوپر بھی اور کئی خادم اسے دبانے لگ جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنی ماں سے ملنے کے لئے آیا۔ ماں نے اُسے دیکھا تو گلے چمٹ لیا اور رونے لگی کہ معلوم نہیں اتنے عرصہ میں اس پر کیا کیا مصیبتیں آئی ہونگی جولاہا بھی چیخیں مار مار کر رونے لگ گیا اور کہنے لگا۔ اماں میں تو بڑی مصیبت میں مبتلا رہا۔ ایک دن گذرنا میرے لئے مشکل تھا کوئی ایک تکلیف ہو تو بیان کروں میرے تو پور پور میں دکھ بھرا ہوا ہے۔ اماں، کیا بتاؤں مجھے صبح شام لوگ، کھٹے بھگا کر کھلاتے رہا اور جولاہے کے بچے کے لئے [illegible] دکھانا؟ اس نے کپڑے ایک [illegible] پھر وہ نیچے بھی رکھ دیتے اور اوپر بھی [illegible] یعنی بستر کا [illegible] مار ڈالا [illegible] لگ گئی اور کہنے لگی

سب نیت تجھ پر یہ دکھ

یعنی اتنی چھوٹی سی بات [illegible]

سب نیت تجھ پہ یہ دکھ

بہر حال ہمیں واقف چاہئیں مگر بزدل اور باغی واقف نہیں بلکہ وہ ہر قسم کے شماتت کو خوشی کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں جہاں واقفین میں سے اس قسم کی مذمت کرتا ہوں وہاں میں دوسرے حصہ کی تعریف کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے نوجوانوں میں ایسے واقفین زندگی بھی ہیں جنہیں ہر قسم کے خطرات میں ہم نے ڈالا مگر انہوں نے ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔ وہ

پوری مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم رہے

اور انہوں نے دین کی خدمت کے لئے کسی قسم کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ چونکہ ہمیں اسلام کی تبلیغ وسیع کرنے کے لئے ابھی مبلغین کے ایک لمبے سلسلہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں جماعت کے نوجوانوں کو

پھر وقفِ زندگی کی تحریک کرتا ہوں

اور ماں باپ کو اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہتا ہوں کہ جب تک ہر باپ یہ اقرار نہیں کرتا کہ میں اپنی اولاد اسلام کے لئے قربان کرنے کو تیار ہوں۔ جب تک ہر ماں یہ اقرار نہیں کرتی کہ وہ دین کے لئے اپنی اولاد کو قربان کرنا اپنے لئے سعادت کا موجب سمجھے گی اس وقت تک ہم دین کی ترقی کے لئے کوئی مضبوط اور پائدار بنیاد قائم نہیں کر سکتے ہم میں سے ہر مرد اور ہر عورت کا یہ ایمان ہونا چاہیئے۔ کہ اگر دین کے لئے اس کی اولاد قربان ہو جائے گی تو اس کی موت انتہائی سکھ کی موت ہوگی اور اگر سلسلہ کے لئے اس کی اولاد ہر قسم کی قربانی سے کام نہیں لے گی تو اس کی موت کی گھڑیاں انتہائی دکھ اور تکلیف میں گزریں گی۔ یہ ایمان ہے جو ہمارے اندر پیدا ہونا چاہیئے جب تک ہم میں سے مرد اور عورت میں فدائیت اور جاں نثاری کا یہ جذبہ پیدا نہ ہو اس وقت تک ہم ایک مضبوط اور ترقی کرنے والی قوم کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔ ایک اعلان میں نے یہ کیا تھا کہ جماعت کے نوجوان اپنے آپ کو اس رنگ میں سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کریں کہ مرکز کی طرف سے انہیں جہاں بھی تجارت کرنے کے لئے کہا جائے گا وہاں وہ جائیں گے اور اپنے ذاتی کاروبار کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ بھی کرتے رہیں گے۔

تجارت ایک ایسی چیز ہے

جس میں انسان بغیر کسی خاص سرمایہ کے بہت تھوڑی محنت کے ساتھ کامیاب ہو سکتا ہے جو لوگ اس طرف توجہ کریں گے وہ نہ صرف اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے روزی کا سامان پیدا کریں گے بلکہ دین کی خدمت کے لئے چندہ بھی دے سکیں گے۔ اور سلسلہ کی اشاعت کو بھی وسیع کرنے کا موجب بنیں گے ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوان اس تحریک کی اہمیت کو سمجھیں اور اپنے آپ کو تجارت کے لئے وقف کریں۔ اگر انہیں کام سیکھنے کی ضرورت ہوئی تو ہم انہیں کام سکھائیں گے انہیں تجارت کے لئے موزوں مقام بتائیں گے۔ انہیں کارخانوں سے مال دلوا دیں گے۔ اور اگر کوئی مشکل پیش آئے گی تو اس کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ افریقہ میں ایسا ہی ہوا کہ بعض لوگ وہاں تجارت کے لئے گئے۔ تو ہم نے اپنی ضمانت پر انہیں کارخانوں سے مال دلوا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں ہی وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے۔ اگر ہماری جماعت کے نوجوان اس طرف توجہ کریں تو ہم قلیل ترین عرصہ میں سارے ملک میں اپنے تاجر اور صناع پھیلا سکتے ہیں۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ جس جس علاقہ میں ہمارا تاجر اور صناع ہوگا۔ ان علاقوں میں صرف اس کی تجارت اور صنعت ہی کامیاب نہیں ہوگی بلکہ جماعت بھی پھیلے گی ایک اور امر جس کی طرف میں اس موقعہ پر جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ سائنس ریسرچ انسٹیٹیوٹ ہے۔ اس انسٹیٹیوٹ کے ماتحت ہم ملک کے مختلف حصوں میں

بعض کارخانے کھولنے کا ارادہ

رکھتے ہیں جس کے لئے ہمیں روپیہ کی ضرورت ہوگی جماعت کو چاہیئے کہ وہ تیار رہے۔ اور جب مرکز کی طرف سے تحریک ہو تو اس میں پورے جوش کے ساتھ حصہ لے خصوصیت کے ساتھ میں کارخانہ داروں اور تاجروں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اپنے آپ کو منظم کرنے کی کوشش کریں اور سائنس ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ماتحت جو کارخانے کھولے جائیں گے ان میں حصہ لیں تاکہ ہماری جماعت صنعت و حرفت کے میدان میں بھی ترقی کر سکے اور مزدوروں اور ادنیٰ طبقہ سے تعلق رکھنے

والے لوگوں کی ترقی کا سامان پیدا ہو

حقیقت یہ ہے

کہ اگر ہم اچھوتوں اور پس ماندہ اقوام کو اسلام میں داخل کرنا چاہیں تو ہمارے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ یا تو ہمارے پاس بہت بڑی زمینیں اور جائداد یں ہوں اور یا پھر صنعت و حرفت کے لحاظ سے ہمارے پاس کوئی طاقت ہو۔

مجھے ایک دفعہ کانگڑہ کے ضلع سے ایک شخص جو اپنی قوم کا لیڈر کہلاتا تھا ملنے کے لئے آیا۔ اور اس نے کہا ہمارے سات ہزار آدمی اسلام لانے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے کہا یہ تو بڑی اچھی بات ہے لیکن آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ کہنے لگا کوئی بات نہیں ہم کاشتکاری کرتے تھے اور سرحد ہمارے پاس کافی ہے اپنے متعلق بتایا کہ میں ٹھیکیدار ہوں اور مجھے مالی رنگ میں کسی قسم کی احتیاج نہیں میں نے کہا پھر بھی کوئی بات تو ہوگی کہ آپ اور لوگوں کو چھوڑ کر میرے پاس آئے ہیں کہنے لگا صرف اتنی بات ہے کہ ہماری قوم جس جگہ بسی ہوئی ہے۔ وہ زمین ایک ہندو ٹھاکر کی ہے جس دن ہم مسلمان ہوئے ہندو ٹھاکر نے ہمیں نوٹس دے دینا ہے کہ اپنا سامان اٹھاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ۔ اگر آپ ہمارے لئے زمین کا انتظام کر دیں تو

ہم مسلمان ہونے کے لئے بالکل تیار ہیں

مکان وغیرہ ہم خود بنا لیں گے ہمیں اس کے لئے کسی مدد کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں نے کہا میں تو تم سے بھی زیادہ مجبور ہوں۔ سات ہزار آدمیوں کو بسانے کے لئے میں کہاں سے زمین لاؤں۔ اس نے کہا یوں تو مسلمان بھی کہتے ہیں کہ ہم کلمہ پڑھانے کے لئے تیار ہیں مگر وہ یہ نہیں بتاتے کہ ان سات ہزار آدمیوں کا پھر بنے گا کیا؟ اور جب یہ نکال دیئے جائیں گے تو ان کو مکانوں کے لئے زمین کہاں سے ملے گی۔ اب دیکھو کس طرح سات ہزار آدمی صفت اسلام میں داخل ہو رہا تھا۔ مگر ایک منٹ کے اندر اندر ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی طرح اور بہت سے مقامات ہیں جہاں سات سات دس دس ہزار آدمی منٹوں میں اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں وہ بیزار ہیں اپنے مذاہب سے اور بیزار ہیں اپنے مذاہب کے علمبرداروں سے نہ ان کے مذہب میں نور ہے نہ ہدایت ہے نہ علم ہے نہ دینی اور دنیوی ترقی کا کوئی سامان ہے اور نہ کوئی اور خوبی ہے اگر ان کی اصلاح اور ترقی کے لئے تجارت اور صنعت و حرفت کے میدان میں ہماری جماعت مضبوط ہو جائے اور مختلف مقامات پر کارخانے کھل جائیں تو ان کے کام کے لئے بھی بہت کچھ گنجائش نکل سکتی ہے۔ کانگڑہ سے

دیہات سدھار

کے نام سے جو سکیم جاری کی تھی اس کی غرض بھی درحقیقت ہندو مذہب کی مضبوطی تھی۔ کیونکہ اس ذریعہ سے جب مزدور طبقہ کو کام مل جاتا ہے تو ہندو مذہب پر وہ اور زیادہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں بہرحال اگر مختلف مقامات پر کارخانے جاری ہو جائیں اور جماعتیں ان میں مصروف ہوں تو یہ تبلیغ اسلام کا ایک ایسا کامیاب ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ ہزاروں ہزار مزدوروں کے لئے کام کرنے کا موقع پیدا ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب ہم ان کو اسلام کی دعوت دیں گے تو ان کے لئے اسلام قبول کرنا موجودہ حالات کی نسبت زیادہ آسان ہوگا یہ وہ

اہم اور ضروری تحریکات

ہیں جو جماعت کو ہمیشہ اپنے مدنظر رکھنی چاہئیں۔ یعنی تعلیم القرآن کو عام کرنا دینوی تعلیم کے حصول میں ترقی کرنا تحریک جدید کے چندہ میں حصہ لینا دفتر دوم کو مضبوط کرنا۔ وقف زندگی کی تحریک میں اپنے آپ کو پیش کرنا وقف تجارت میں اپنا نام لکھوانا۔ صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے جو کارخانے جاری کئے جانے والے ہیں۔ ان میں حصہ لینا اگر ان تمام تحریکات میں جماعت پورے جوش کے ساتھ حصہ لے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کا ایک ایسا مکمل دائرہ تیار ہو جاتا ہے کہ جس کے بعد جماعت بغیر کسی تکلیف کے اپنے کاموں کو جاری رکھ سکتی ہے اور وہ لٹریچر بھی جو تبلیغی ضرورت کے لئے تیار کیا جا چکا ہے یا آئندہ تیار ہو آسانی سے مختلف ممالک میں پھیلایا جا سکتا ہے۔ میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ فضائل القرآن کے موضوع پر گذشتہ سالوں میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جو تقاریر میں کرتا رہا ہوں (یعنی ۱۹۲۸ء ۱۹۲۹ء ۱۹۳۰ء ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء میں) ان کو بھی کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے۔

چونکہ انسانی زندگی کا کوئی اعتبار

نہیں ہوتا۔ میں دوستوں کو یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یہ سوچ کر سمجھ کر میری لکھی ہوئی تفسیر کو پڑھے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کریم کی تفسیر مکمل نہیں ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ

میرا ترجمہ اور میری تفسیر

ہمیشہ ترتیب آیات اور ترتیب سورتوں کے ماتحت ہوتی ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ جو شخص اس نکتہ کو مدنظر رکھے گا وہ فوراً یہ نتیجہ نکال لے گا کہ اس ترتیب کے ماتحت فلاں فلاں آیات کے کیا معنی ہیں۔ فرض کرو ایک نکتہ یہاں ہے اور ایک وہاں اور درمیان میں جگہ خالی ہے تو ہر ہوشیار آدمی دونوں کو دیکھ کر خود بخود درمیانی خلا کو پُر کر سکے گا اور وہ سمجھ جائے گا کہ جب یہ نکتہ فلاں بات کی طرف توجہ دلاتا ہے اور وہ نکتہ فلاں بات کی طرف تو درمیان میں جو کچھ ہوگا وہ بہرحال وہی ہوگا جو ان دونوں نکتوں کے مطابق ہو اگر درمیانی مضمون کسی اور طرف چلا جائے تو دائیں بائیں کے مضامین بھی لازماً ادھورے رہ جائیں گے اور

سلسلہ مطالب کی کڑی

ٹوٹ جائے گی پس میں چونکہ ترتیب آیات اور ترتیب سور کو ملحوظ رکھ کر تفسیر کیا کرتا ہوں اس لئے اگر کوئی شخص میری ترتیب کو سمجھ لے تو گو میں نے کسی آیت کی کبھی تفسیر کی ہوگی اور کسی آیت کی نہیں درمیانی آیات کا حل کرنا اس کے لئے بالکل آسان ہوگا کیونکہ ترتیب مضمون اسے کسی اور طرف جانے ہی نہیں دیگی اور وہ انہی باتوں پر مجبور ہوگا کہ باقی آیتوں کے وہی معنی کرے جو اس ترتیب کے مطابق ہوں۔

ایک لطیفہ یاد آگیا

جب میں سورہ کہف کی تفسیر لکھنے بیٹھا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں کہ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ اور اس کا پہلی آیات سے جوڑ کیا ہے میں دو تین گھنٹے سوچتا رہا مگر یہ آیت حل نہ ہوئی آخر میں گھبرا گیا اور میں نے کہا اچھا اگر اس وقت مجھے آیت کے معنے سمجھ میں نہیں آتے تو نہ سہی جب میں تفسیر لکھتے لکھتے یہاں پہنچوں گا تو دیکھا جائے گا۔ جب میں سورہ کہف کی تفسیر لکھتے لکھتے اس آیت سے پہلی آیت پر پہنچا تو اگلی آیت آپ ہی آپ حل ہو گئی۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ اس کے کیا معنے ہیں کیونکہ ان معنوں کے سوا کوئی اور معنے

ترتیب آیات کے لحاظ سے

بن ہی نہیں سکتے تھے ان دنوں مولوی شیر علی صاحب ولایت میں تھے لطیفہ یہ ہوا کہ جب مولوی شیر علی صاحب واپس آئے تو ملک غلام فرید صاحب انگریزی ترجمۃ القرآن کے نوٹ میرے پاس لائے تو میرے دل میں خیال گذرا کہ میں بھی دیکھوں کہ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ کے انہوں نے کیا معنے کئے ہیں جب میں نے دیکھا تو وہی معنے لکھے ہوئے تھے جو میں نے کئے تھے۔ میں نے کہا مولوی شیر علی صاحب نے تو کمال کر دیا کہ جو آیت میرے لئے معمہ بنی ہوئی تھی اسے انہوں نے لندن میں ہی حل کر لیا۔ اس پر ملک غلام فرید صاحب کہنے لگے کہ یہ مولوی شیر علی صاحب کے معنے نہیں بلکہ آپ کے ہی معنے ہیں۔ آپ نے اگست ۱۹۲۸ء میں جو قرآن کریم کا درس دیا تھا اس میں آپ نے اس آیت کے یہی معنے کئے تھے۔ اور مولوی صاحب نے اس درس کے نوٹوں سے یہ معنے لئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی چونکہ میں ترتیب کے ماتحت تفسیر کر رہا تھا۔ اس لئے یہ آیت خود بخود حل ہو گئی۔ اور بعد میں مجھے یاد بھی نہ رہا کہ میں نے اس کے کیا معنے کئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ جب میں بغیر ترتیب کے اس پر غور کرنے بیٹھا تو مجھے اس کے کوئی معنے سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن ترتیب میں آکر حل ہو گئے۔ پس میری تفسیر کے متعلق

یہ اصولی گُر یاد رکھنا چاہیئے

کہ میری تفسیر ہمیشہ ترتیب آیات کے ماتحت چلتی ہے اور جب کوئی تفسیر ترتیب کے ماتحت چل رہی ہو تو ایسی حالت میں اگر کسی کو دو الگ الگ نکتے مل جائیں گے تو خواہ درمیان میں فاصلہ ہو وہ آسانی سے درمیانی آیات کی تفسیر نکال سکتا ہے کیونکہ وہ سمجھ جائے گا کہ صحیح تفسیر وہی ہوگی جو ان دو نکتوں کے مطابق ہو۔ جس طرح پٹواری جب کسی زمین میں الگ الگ مقامات پر کیلے گاڑ دیتا ہے تو پھر اسے کوئی مشکل نہیں رہتی اور وہ آسانی سے پیمائش کر سکتا ہے۔ وہ رسی کا ایک کونہ ایک کیلے سے باندھ دیتا ہے اور دوسرا کونہ دوسرے کیلے سے اور وہ جانتا ہے کہ اب رسی ادھر ادھر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرف جائے گی جس طرف کیلا ہوگا۔ اسی طرح میری تفسیر کے نوٹوں سے انسان سارے قرآن کریم کی تفسیر سمجھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ہوشیار ہو اور قرآن کریم کے سمجھنے کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہو۔

فضائل القرآن کا مضمون

بھی نہایت اہم ہے اگر یہ مضمون مکمل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے براہین احمدیہ مکمل ہو جائے گی۔ لیکچر تو کئی سالوں سے تیار ہیں مگر ان میں سے چھپا ایک بھی نہیں اب ارادہ ہے کہ انہیں کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے۔

غرض جماعت کی دینی۔ دنیوی۔ علمی۔ تجارتی صنعتی۔ اقتصادی اور تمدنی ترقی کے لئے میں نے مختلف تحریکات کی ہوئی ہیں۔ دوستوں کو ان سب تحریکوں میں اپنی اپنی استطاعت کے

مطابق حصہ لینا چاہیئے۔ پھر سب سے بڑھکر جو چیز اہمیت رکھنے والی ہے۔ محبت الٰہی ہے۔ پس جماعت کو علاوہ اور تحریکات میں حصہ لینے کے کوشش کرنی چاہیئے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی محبت پیدا ہو تا کہ اللہ تعالےٰ بھی ان سے محبت کرے اور انہیں ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ پھر

زمینداروں کی اصلاح اور انکی بہبودی

کے متعلق بھی میرے ذہن میں ایک سکیم ہے مگر زمیندار بڑی مشکل سے مانا کرتے ہیں کئی باتیں اُن کے فائدہ کی ہوتی ہیں مگر جب اُنہیں سمجھایا جاتا ہے تو ان باتوں کا قائل کرنا انہیں بڑا مشکل ہوتا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ان کی اصلاح کے لئے بھی کوئی قدم اُٹھایا جائے جس سے زمیندارہ کام میں ترقی ہو اور پیداوار پہلے سے زیادہ ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں اگر ہماری جماعت کے یہ تمام طبقات پوری طرح مضبوط ہو جائیں زمیندار بھی ترقی کی طرف اپنا قدم اٹھانا شروع کردیں۔ تاجر اور صناع بھی مختلف علاقوں میں تجارت اور صنعت شروع کردیں۔ مزدوروں اور ادنےٰ اقوام سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لئے بھی مختلف کارخانوں میں کام کرنے کے مواقع پیدا ہو جائیں تو تھوڑے دن نہیں لاکھوں لاکھ ہندو اور عیسائی اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ آج دنیا میں لاکھوں لوگ ایسے ہیں جو دل سے سمجھتے ہیں کہ اسلام سچا ہے مگر دنیوی روکیں ان کو اسلام قبول کرنے کی طرف اپنا قدم بڑھانے نہیں دیتیں اگر ہماری جماعت کے تاجر اور صناع اور زمیندار اور کارخانہ دار سب کے سب منظم ہو جائیں اور مزدوروں اور ادنےٰ طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ترقی کے لئے ہمارے پاس

تجارت اور صنعت و حرفت

کا ایک بہت بڑا میدان تیار ہو جائے تو ان لوگوں کے دلوں میں اسلام قبول کرنے کے متعلق جو ایک مصنوعی ڈر پایا جاتا ہے۔ وہ جاتا رہے گا اور وہ دلیری اور جرأت کے ساتھ اسلام میں داخل ہونا شروع کردیں گے۔ اس وقت ہمیں وہی نظارہ نظر آنے لگے گا جو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ پھر ہمیں یہ خبریں نہیں آئیں گی کہ آج دس آدمیوں نے بیعت کی ہے۔ آج بیس نے بیعت کی ہے۔ آج تیس اور چالیس نے بیعت کی ہے۔ بلکہ ہمارے مبلغ دنیا کے مختلف اکناف سے ہمیں تاروں پر تاریں بھیجیں گے کہ آج دس ہزار نے بیعت کی ہے۔ آج پچاس ہزار نے بیعت کی ہے۔ آج ایک لاکھ نے بیعت کی ہے

صرف اپنے ایثار اور قربانی کے معیار کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے جب ہم اپنے معیار کو اونچا کرلیں گے تو ہماری ترقی ایک قطعی اور یقینی چیز ہے جس میں کسی قسم کا شک پیدا نہیں ہو سکتا۔

میں آخر میں آپ لوگوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو قادیان میں

بار بار آنے کی کوشش کرنی چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ قادیان میں ہماری جماعت کے افراد کو کثرت کے ساتھ آنا چاہیئے یہاں تک کہ آپ یہ بھی فرماتے کہ جو شخص قادیان میں بار بار نہیں آتا مجھے اس کے ایمان کے متعلق ہمیشہ شبہ رہتا ہے۔ یہ آپ لوگوں کا ہی قصور ہے کہ صرف جلسہ پر آتے ہیں دوسرے اوقات میں آنے کی بہت کم کوشش کرتے ہیں۔ اب تو میں سوائے بیماری یا سفر کے ہمیشہ مجلس میں بیٹھتا ہوں اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ دین کی باتیں دوستوں کو سکھاتا رہتا ہوں۔ یہ بھی ایک نیا موقع ہے جس سے ہماری جماعت کے افراد کو فائدہ اُٹھانا چاہیئے تاکہ آہستہ آہستہ وہ لوگ تیار ہو جائیں۔ جو دین کی اشاعت کا کام پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے کے اہل ہوں اور ان کے متعلق یہ امید کی جاسکتی ہو کہ وہ ہر قسم کی قربانی پیش کرکے دین کا جھنڈا ہمیشہ بلند رکھنے کی کوشش کریں گے اسی طرح میری خواہش ہے کہ ہر مسجد بلکہ

ہر محلہ میں درس جاری ہوں

تاکہ لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ دین سیکھنے کے مواقع پیدا ہو سکیں۔ بجائے اس کے کہ آپ سارا زور انہی دنوں میں صرف کریں کوشش کرنی چاہیئے کہ دوسرے مواقع پر بھی مرکز میں آتے رہیں پنجابی میں مشہور ہے کہ پوربیا چوبیس گھنٹے میں صرف ایک وقت کھاتا ہے اور خوب کھاتا ہے۔ آپ لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور ایام میں تو یہاں آنے کی کوشش نہیں کرتے اور سال بھر میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر یہاں پہنچنے کے لئے پورا زور صرف کر دیتے ہیں۔ آپ لوگوں کو دوسرے مواقع پر بھی بار بار آنا چاہیئے اور اس جگہ دین سیکھنے کے جو مواقع خدا تعالےٰ نے پیدا کئے ہیں ان سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کا حافظ و ناصر ہو اور ہمیشہ اپنے فضل اور رحم کی بارش آپ پر اور آپ کے تمام متعلقین اور رشتہ داروں پر برسائے تاکہ دین اور دنیا دونوں کی ترقی کے سامان آپ کے لئے اور آپ کی نسلوں کے لئے ہمیشہ جاری رہیں۔ آمین یا رب العالمین۔ (الفضل)

منقولات

نمازی سائنٹسٹ

روزنامہ نوائے وقت (لاہور) کے لندنی نمائندہ خصوصی کے قلم سے:۔
ڈاکٹر عبدالسلام پاکستانی ہیڈ آف دی فزکس ڈیپارٹمنٹ، امپیریل کالج آف دی سائینس اینڈ ٹیکنالوجی لندن کے حالات کے ضمن میں:۔

"میرے خیال میں جو سب نوجوانوں کے لئے قابل تقلید بات ہے وہ یہ ہے کہ پروفیسر سلام کی زندگی بے انتہا سادہ و پاکیزہ ہے۔ اور وہ ایک دیندار آدمی ہیں۔ اتنی طویل مدت سے یورپ میں رہتے ہوئے انہوں نے لہو و لعب کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا باقاعدہ پانچ وقت کی نماز اور بعض اوقات تہجد اس نوجوان کے روزمرہ مشاغل کا حصہ ہیں۔ اِدھر اُدھر وقت ضائع کرنا ان کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔"

کاش یہ نمونہ اور نظیر ہندی مسلمانوں کے لئے بھی راہبر کا کام دے۔
(صدق جدید ۲۹/۶/۶۲)

بدر:۔ پروفیسر سلام صاحب بفضلہ تعالےٰ احمدیت کے مایۂ ناز فرزند ہیں۔

تاثیر حق کا اندیشہ

ہمارے نو احمدی بھائی مکرم سید جعفر حسین صاحب ایڈووکیٹ حیدر آباد کا وہ سرنامہ جو موصوف نے مولانا دریابادی صاحب کو لکھا اور صدق جدید میں دو اقساط میں شائع ہوا۔ اس پر ایک صدق خواں کی برہمی ملاحظہ ہو:۔

مراسلہ:۔

"نو احمدی کا بیان صاف پسندیدہ نہیں۔ یہ خط ایک قسط میں شائع ہوتا اور ساتھ آپکے نوٹس ہوتے تو بہت اچھا رہتا۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ پہلی قسط ہی پڑھکر کچھ اور مسلمان مرتد نہ ہو جائیں میرا خیال ہے آپ صدق سے اس موضوع کو Black out کردیں۔ آپکا مقام بہت بلند ہے۔ اور عوام میں آپ کی بہت قدر ہے آپ کی قادیانیت سے رواداری غلط فہمی کا موجب ہو رہی ہے کیا ضروری ہے کہ اس موضوع کو صدق میں چھیڑا جائے ایسے میں بھی آپ کے خیالات سے متفق ہوں۔ والسلام
مخلص ..... کراچی

صدق: لیکن یہی تو دشواری ہے کہ بلیک آؤٹ کن کن موضوعوں کو کیا جائے اور اس باب میں لا انتہی بے دلیل راہ کن کن مخلصین کے مشوروں کو رکھا جائے
(صدق جدید ۶/۷/۶۲)

بدر:۔ دیکھا آپ نے مراسلہ نگار کو سید محمد جعفر حسین صاحب کی باتوں کے اثرانداز ہونے کا کس قدر اندیشہ ہے۔ اگر حق (؟) ان لوگوں کی طرف ہے تو پھر انہیں خوف کس بات کا؟

یوپی کی جماعتوں میں تبلیغی و تربیتی دورہ

مکرم مولوی شمیم اللہ صاحب مبلغ بمبئی ذیل کے پروگرام کے مطابق یوپی کی جماعتوں کا تبلیغی و تربیتی دورہ شروع فرما رہے ہیں۔ جماعتوں کے صدر صاحبان دیگر عہدیداران و احباب سے درخواست ہے کہ وہ تبلیغی جلسوں کے انعقاد کا قبل از وقت انتظام فرمائیں اور اس موقعہ سے پوری طرح فائدہ اُٹھائیں۔ (ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

تاریخ روانگی	از جماعت	تاریخ رسیدگی	در جماعت
۱۹؍جولائی	بمبئی	۲۰؍جولائی	بنارس
۲۲؍ "	بنارس	۲۲؍ "	فیض آباد
۲۴؍ "	فیض آباد	۲۴؍ "	گونڈہ
۲۶؍ "	گونڈہ	۲۶؍ "	لکھنؤ
یکم اگست	لکھنؤ	یکم اگست	شاہجہانپور
۳؍ "	شاہجہانپور	۳؍ "	بریلی
۵؍ "	بریلی	۵؍ "	امروہہ
۹؍ "	امروہہ	۹؍ "	دہلی
۱۱؍ "	دہلی	۱۲؍ "	قادیان

اخبار صدقِ جدید لکھنؤ میں مطبوعہ ایک اعتراض کا مدلّل جواب

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل ۔ قادیانی

صدق جدید مورخہ ۱۵ جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۶ کالم ۲ پر حکیم غلام قادر صاحب ملتانی کا ایک اور اعتراض نقل کیا گیا ہے ۔ حکیم صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب "الوصیت" سے حسب ذیل عبارت نقل کر کے اس پر اعتراض کیا ہے ۔

"میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا!"

حکیم صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

"بکثرت علمائے کرام سے سنا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کو فرمایا کہ اے بیٹی تو جنت میں اپنے اعمال سے جائیگی نہ کہ میری بیٹی ہونے کی وجہ سے پھر فرمایا میری بیٹی اگر چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا یہ تفاوت ایک مصلح قوم میں ناپسندیدہ ہے"۔

حکیم صاحب کا مدعا یہ ہے کہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے اوروں کے لئے تو وصیت کرنا اور شرائط کی پابندی لازمی قرار دی ہے مگر اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس پابندی سے مستثنیٰ قرار دے لیا ہے اور یہ ایک تفاوت ہے جو مدعی کے لئے ناپسندیدہ بات ہے ۔

سو اس کے متعلق عرض ہے کہ مصلحین قوم تو الگ رہے خود خدا تعالیٰ کے افعال و اقوال میں ہمیں استثناء نظر آجاتے ہیں ۔ ان میں ہر جگہ مساوات ہی مساوات نہیں بے شک قانونِ قدرت میں مساوات بھی نظر آتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ نمایاں تفاوت دکھائی دیتا ہے ۔ اور معمولی نظر رکھنے والا آنکھ اپنے چاروں طرف اس کے مظاہر موجود پاتا ہے ۔ یہ تفاوت اپنے اندر کئی قسم کی حکمتیں رکھنے (۱) کے علاوہ اس کی نشوونما اور زینت میں اضافہ کا باعث بھی ہے ۔ قانون قدرت کے علاوہ قانونِ شریعت میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تیسرے پارہ کے شروع میں فرمایا ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات ۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دے رکھی ہے ۔ بعض سے تو اس نے براہِ راست کلام کیا اور بعض سے بالواسطہ یا بعض کو اس نے شریعت سے نوازا اور بعض کو دوسروں کی شریعت کے تابع کر دیا ۔ پس اس کے رسولوں میں نمایاں تفاوت کا ذکر خود خدا نے کر دیا ہے ۔ جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا ۔

پس جب خود خدا تعالیٰ کے کاموں اور باتوں میں تفاوت و استثناء نظر آتا ہے تو وہی تفاوت اگر دوسری جگہ نظر آئے تو کیونکر قابل اعتراض ٹھہر سکتا ہے ۔

دشمن کے مقابلہ میں مردوں کو تو جہاد کیلئے میدان جنگ میں بھیجنے کا حکم ہے مگر عورتوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے ۔ اسی طرح نماز روزہ کے متعلق عورتوں کو استثناء حاصل ہیں ۔ جو مردوں کو نہیں ۔ یہ جگہ درست ہے کہ جہاں حدود کا سوال پیدا ہوتا ہے وہاں کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا کیونکہ ان میں استثناء سے دوسروں کے حقوق پر اثر پڑتا ہے ۔ اسی طرح جہاں نجات و فلاح کا سوال پیدا ہوتا ہے ۔ وہاں کسی کو اعمال سے مستثنیٰ نہیں ٹھہرایا گیا ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے شریعت بھی بیکار ٹھہرتی ہے ۔

اسی طرح صحیح احادیث میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت فاطمۃ الزہرا کی موجودگی میں ابوجہل کی لڑکی سے شادی کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلعم نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ فاطمہ میری لخت جگر ہے یہ بھی ایک استثناء ہے ۔ ساری دنیا کی عورتیں اپنے ماں باپ کی لخت جگر ہی ہوتی ہیں ۔ مگر ان کے متعلق یہ اجازت ہے کہ ان کو دوسری عورت کی موجودگی میں نکاح میں لے آویں ۔ بشرطیکہ وہ کسی اور کے نکاح میں نہ ہوں ۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایک وقت میں حسب حالات چار تک بیویوں کی خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے ۔ مگر آنحضرت صلعم کو نو بیویوں کی اجازت تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں فرمایا ہے خالصة لک من دون المؤمنین (احزاب)

ہم معترض صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کو یہاں اپنا پیش کردہ تفاوت نظر نہ آیا ۔ اگر نہیں تو کیوں ۔ کیا یہ ایک بڑا امتیازی امتیاز نہیں ۔ ہے اور ضرور ہے ۔ معترض صاحب کو بھی نظر آتا ہے مگر ان کی غرض تو صرف اعتراض کرنا ہی ہے نہ کہ تحقیق حق ۔ اگر ان کی غرض تحقیق حق ہے ۔ اور یہ چیزیں اب تک ان کی نظر سے پوشیدہ رہی ہیں ۔ تو ہم ان کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ اپنے اعتراض پر نظر ثانی کر کے اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں ورنہ یہ بات ہمارے لئے سخت حیران کن ہے کہ انہوں نے ۔ تفاوت ایک مصلح قوم میں کیسے گوارا کر لیا ۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے عشرہ مبشرہ کے لئے جنت کی بشارت کا کس کو علم نہیں ۔ کیا یہ ایک بین تفاوت نہیں ۔ دیگر صحابہ کرام کو اس طرح نام بنام بشارت نہیں دی گئی ۔ یہ ایک بین تفاوت ہے ۔ پھر معترض صاحب نے اسے کس طرح گوارا کر لیا ۔

حدیث میں آتا ہے کہ بدری صحابہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم ۔ کہ جو اعمال بھی چاہو کرو ۔ میں نے تمہیں بخش دیا ہے ۔ چنانچہ حاطب بن ابی بلتعہ بدری صحابہ کے ایک بڑے قصور کو آپ نے اسی بنا پر معاف فرما دیا تھا ۔ کیا یہاں بھی وہی صورت نہیں جس پر معترض صاحب کو اعتراض ہے ۔ اس حدیث سے بظاہر یہ سمجھا جا سکتا ہے ۔ کہ بدری صحابیوں سے اعمال کی ہر قسم کی پابندی اٹھا دی گئی تھی ۔ چنانچہ مخالفین اسلام نے معترض صاحب کی طرح ۔ یہی اعتراض اٹھایا ہے جو ان کی طرف سے حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف پیش کیا گیا ہے ۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی وہ منشاء نہیں جو معترضین نے سمجھی ہے ۔

اجازت کے باوجود اعمال صالحہ کی پابندی بدری صحابیوں کے لئے ویسی ہی ضروری تھی جیسی دیگر صحابہ کرام کے لئے ضروری تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلعم کو باقی سب ازواج مطہرات سے زیادہ محبت تھی ۔ اور جبرائیل علیہ السلام بھی صرف انہی کے لحاف میں آپ کے پاس وحی لایا کرتے تھے ۔ اور کسی دوسری بیوی کے لحاف میں وہ کبھی وحی نہیں لاتے تھے ۔ معترض صاحب کے نزدیک غالباً یہ بھی ایک بین تفاوت ہے جو کسی مدعی کی شان کے شایاں نہیں ۔ آنحضرت صلعم نے ایک موقعہ پر سارا مال غنیمت صرف مہاجرین پر تقسیم فرما دیا تھا ۔ اور انصار کو اس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا ۔ جس پر انصار میں سے کسی نے اعتراض بھی کیا اور کہا کہ انصاف کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ۔ جس کا نتیجہ انصار کے حق میں اچھا نہ نکلا ۔ یہ ایک تفاوت تھا جسے آنحضرت صلعم نے گوارا فرما لیا ۔ کیونکہ اس کے پیچھے بعض مصلحتیں تھیں ۔ جو عوام کی نظر سے اوجھل تھیں ۔ پھر باوجود اس امر کی ممانعت کے کہ مال غنیمت میں سے بلا تقسیم کوئی کچھ از خود لے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال غنیمت میں سے ایک لونڈی لے لی ۔

. . . . ہم

. . ۔ ایک شخص نے آنحضرت صلعم کے سامنے اس پر اعتراض بھی کیا ۔ مگر آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا ۔ اور حضرت علیؓ سے کوئی ایکشن نہ لیا ۔ اور اس استثناء کو جو حضرت علیؓ نے خود اپنے لئے پیدا کر لیا تھا روا رکھا ۔ ایسی قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں ۔ جن میں استثنائی صورتیں نظر آتی ہیں ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ معترض صاحب کو یا تو ان کا علم نہیں یا اگر علم ہے تو انہوں نے عمداً ان باتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اعتراض کر دیا ہے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں بھی اعمال سے اپنے آپ کو یا اپنے اہل و عیال کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا ۔ اور نہ ہی حکیم صاحب نے اپنے اعتراض کے ساتھ اس کے متعلق کوئی حوالہ پیش کیا ہے ۔ اور نہ ہی وہ پیش کر سکتے ہیں ۔ ان کو اصل حقیقت کے سمجھنے میں سخت مغالطہ ہوا ہے حضرت اقدس علیہ السلام نے مذکورہ حوالہ میں یہ تحریر نہیں فرمایا کہ ہماری نجات اعمال کے بغیر ہوگی ۔ اور یہ کہ ہمارے لئے اعمال صالحہ ضروری نہیں ۔ مذکورہ عبارت میں کوئی اشارہ تک بھی اس بارہ میں موجود نہیں پھر معلوم انہوں نے یہ بات کہاں سے پیدا کر لی ہے ۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے وصیت کرنے والے حضرات کے لئے بعض شرائط مقرر فرمائی ۔ یہ امر ان کی پابندی ضروری

قرار دی ہے۔ یہ تحریر نہیں فرمایا کہ دوسرں کے لئے تو اعمال صالحہ ضروری ہیں مگر ہمارے لئے نہیں۔

علاوہ ازیں یہ استثنا، خدا تعالیٰ نے صرف آپ کے اور آپ کے اہل و عیال ہی کے لئے نہیں رکھا بلکہ بعض اور لوگوں کے لئے بھی یہ استثناء موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے اس سے ذرا قبل صفحہ میں تحریر فرمایا ہے

"اگر کوئی کچھ بھی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہ رکھتا ہو اور باہیں ہمہ ثابت ہو کہ وہ ایک صالح درویش ہے اور متقی اور خالص مومن ہے اور کوئی حصہ نفاق یا دنیا پرستی یا قصور اطاعت کا اس کے اندر نہ ہو تو وہ میری اجازت سے یا میرے بعد انجمن کی اتفاق رائے سے اس مقبرہ میں دفن ہو سکتا ہے۔" (الوصیت)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ بعض دیگر قسم کے غیر موصی اصحاب کے لئے بھی استثناء رکھا گیا ہے۔ اور یہ استثناء صرف آپ کی خصوصیت نہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ اعمال صالحہ ان کے لئے ضروری ہیں یا نہیں تو اس کا ذکر بھی اس حوالہ کے اندر موجود ہے۔ یہ اقتباس بتاتا ہے کہ خواہ کوئی موصی ہو یا غیر موصی اس کے لئے مقبرہ خاص میں دفن ہونے کے لئے تقویٰ، طہارت، ایمان و صالحیت ضروری شرط ہے اگر حکیم صاحب اعتراض سے قبل نقل کردہ عبارت کے سیاق و سباق پر نظر ڈال لیتے تو انہیں یہ مغالطہ نہ ہوتا۔

دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موصیوں کو ایک نشان قرار دینا چاہا ہے اور اس وصیتی نظام کے قیام سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو ایک زندہ نشان کے طور پر دنیا کے سامنے پیش فرما دیا تھا آپ کے اہل بیت حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد آپ سے الہام کے ذریعہ ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ خبر دی تھی اشکر نعمتی رأیت خدیجتی (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸)

اسی طرح ان کو آئندہ مبارک نسل کی ماں قرار دیا تھا۔ اور فرمایا تھا خدا نے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے جیسا کہ اسی جگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا۔ (نزول المسیح صفحہ ۱۴۱)

نیز فرمایا تھا کہ انی معک ومع اھلک ھٰذا کہ میں تیرے اور تیرے اس اہل کے ساتھ ہوں۔ اور پھر ہر موقع پر اپنی معیت کا ثبوت بھی دیا اور ان سے

پیدا ہونے والی اولاد کے متعلق خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر یہ تحریر فرمایا کہ

"سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۶۵)

اسی طرح لکھا کہ

"حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور صاحب اولاد ہوگا۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸)

آپ کی اولادوں میں سے ہر ایک کی ولادت خدا تعالیٰ کی پیش خبری کے ماتحت ہوئی اور ہر ایک کے متعلق قبل از وقت اشتہار کے ذریعہ دنیا کو اطلاع دی گئی۔ اور پھر اس کے مطابق ہر ایک کی پیدائش ہوتی رہی۔ چنانچہ آپ نے شکرانہ کے طور پر اس بارہ میں تحریر فرمایا کہ

میری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

اسی طرح آپ نے ان کے متعلق خدا تعالیٰ سے بشارت پاکر فرمایا:۔

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے تو نے مجھے یہ مہر و جتاب
یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تو نے وہ اے رب ارباب
کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب

گویا اللہ تعالیٰ نے ان کو آئندہ اسلام کی عظیم الشان عمارت کی بنیاد قرار دیا ہے مزید آپ نے فرمایا ہے:۔

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اور پھر ان میں سے ایک خاص بیٹے کے متعلق آپ نے یہ دعا کی کہ

کہ ملتی جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

یہ کس قدر عظیم الشان بشارت ہے جسے خدا تعالیٰ نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ یہ آپ کی قبولیت دعا کا ایک زبردست نشان ہے خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا کو سنکر اس سے اندھیرا دور کرنے کا وعدہ فرمایا اور دوسری جگہ قبل از وقت بتا دیا کہ وہ عمر پانے والا ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور اندھیرا اس سے دور کر دیا جائیگا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اور وہ خدا تعالیٰ کا مقرب و محبوب ہوگا۔ اسی طرح عمومی رنگ میں ساری اولاد کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبول کر کے ان کے شاندار مستقبل کے متعلق خبر دی۔ پس ایسے استثناء کو قابل اعتراض ٹھیرانا درست نہیں۔ دراصل استثناء کے پیچھے بعض حکمتیں ضرورتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں۔ جو عام لوگوں کی نظر سے مخفی رہتی ہیں انہیں ہر شخص نہیں دیکھ سکتا۔ معترض صاحب نے الوصیت سے جو عبارت نقل کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی استثناء کی ایک وجہ بھی مذکور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اعتراض کی دھن میں اسے دیکھ نہیں سکے اور وجہ اور حکمت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس استثناء کے ذریعہ سے جماعت کے منافقوں کا نفاق ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ واقعات نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی۔ اور جماعت کے ایک منافق حصہ نے آپ کے اہل و عیال کے بارہ میں اعتراض کھڑے کر کے اپنے نفاق کا بھانڈا پھوڑ دیا۔

علاوہ ازیں اس استثناء کی غرض یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عیال کو مستثنیٰ قرار دے کر ان کی اعلیٰ قربانیوں کو دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ جو استثناء کی صورت میں ان سے ظہور میں آنے والی تھیں۔ چنانچہ مالی لحاظ سے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی اولاد قربانیوں میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر رہی ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا چندہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ چندہ دینے والے افراد سے ہمیشہ بڑھ کر رہا ہے۔ تحریک جدید کا ریکارڈ اس امر کا بین ثبوت ہے۔

علاوہ اس کے ان کی زندگیاں سترہ سال سے اب تک دین کے لئے وقف ہیں۔ اسلام کی اشاعت جس رنگ میں ان کے ذریعہ سے ہو رہی ہے ایک دنیا اس کی گواہ ہے۔ مقربے ماں کے ذریعہ سے دین اسلام دنیا کے کناروں تک جا پہنچا ہے۔ اور اسے دیگر ادیان پر ایسا غلبہ حاصل ہو رہا ہے کہ مخالفین بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ غرضیکہ انہوں نے اپنی جان و مال و آبرو کو اسلام کے لئے قربان کر رکھا ہے۔ عدم استثناء کی صورت میں موصی بنکر جو قربانی وہ کر سکتے تھے اس سے کہیں بڑھ کر انہوں نے قربانیاں پیش کی ہیں۔ اور اپنی زندگیوں کو اسلام کی خاطر بطور نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ ایسا نمونہ کہ جس کی مثال آج روئے زمین پر ملنی محال ہے وہ کونسا موقع ہے جس میں انہوں نے اپنی زندگیوں کو اسلام کی خاطر موت کے منہ میں نہ دھکیل دیا ہو۔ اور اس سے پیچھے ہٹ گئے ہوں۔ دنیوی وجاہت کے لحاظ سے آپ کا خاندان خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت آگے تھا۔ مگر انہوں نے دنیا کو لات مار کر ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ اور اس کے لئے بڑے سے بڑے خطرات کو اپنے سر پر لینے سے بھی کبھی پس و پیش نہیں کیا۔ ایسے حالات میں کسی معترض کے اعتراض کی وقعت اور حقیقت کیا باقی رہ جاتی ہے۔

خود حضرت بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ساری زندگی اسلام کی خاطر وقف رکھی۔ اور اپنی عمر کے اس حصہ میں جبکہ انسان کے قویٰ انحطاط کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ باوجود بے سروسامانی کی حالت کے اور باوجود گوناگوں مشکلات کے اسلام کی تائید میں اسی سے زیادہ کتب لکھ کر اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کر کے دکھا دیا۔ اور دشمن پیٹھ پھیر کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔

علاوہ ازیں آپ صداقت اسلام کے اظہار کے لئے دشمن کے سامنے سینہ سپر رہے۔ اور نشان نمائی کے لئے اسے چیلنج پر چیلنج دیئے۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا۔

—— (باقی آئندہ) ——

شاہانِ اسلام کی رواداریاں

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

(۳)

جوگیوں کا تماشہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطہ ہندوستان آیا تھا وہ دہلی میں کچھ دنوں تک قاضی کے عہدے پر بھی رہا۔ ایک مرتبہ سلطان نے اس کو جوگیوں کا تماشا دکھایا تھا وہ تماشہ یہ تھا کہ ایک جوگی اپنی تپسیا کے زور سے جیسے پکسیس نٹ فضا میں اڑ گیا اور وہاں معلق ٹھہر گیا۔ اس سے دوسرے جوگی نے جو زمین پر بیٹھا تھا بار بار زمین پر آنے کو کہا۔ مگر وہ نہ آیا۔ اس پر اس جوگی نے اپنے کھڑاؤں کو حکم دیا۔ وہ اڑا اور تڑ تڑا تڑ اس معلق جوگی کے سر پر پڑنے لگا۔ وہ جوگی گھبرا کر زمین پر اتر آیا۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ میں تو یہ تماشہ دیکھ کر اپنی عقل کھو بیٹھا۔ سلطان محمد تغلق نے ابن بطوطہ سے کہا کہ اگر مجھ کو تمہارے پاگل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تم کو ان جوگیوں کے اور تماشے دکھاتا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ جوگیوں کے ساتھ سلطان کا بڑا میل جول تھا۔

سنسکرت نوازی ہمیں تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد تغلق اور فیروز شاہ تغلق سنسکرت زبان کے بڑے قدرداں تھے۔ ان کے دربار میں ایک ہزار شعراء تھے۔ ان میں ہندی یا سنسکرت شعراء کی بھی کافی تعداد تھی۔ سلطان محمد تغلق نے ۱۳۰۵ء میں ایک شہر بسایا تھا اس نے عربی و فارسی کو چھوڑ کر "سرگ دواری" رکھا تھا۔ ان بادشاہوں کا خیال تھا کہ سنسکرت لٹریچر میں بہت سی مفید معلومات ہیں۔ چنانچہ فیروز شاہ تغلق جب "جوالا مکھی" مندر گیا۔ تو اس کو وہاں سنسکرت کی تیرہ سو کتابیں ملیں۔ اس نے ان کتابوں کی بڑی حفاظت کی اور ان میں سے چند کتابوں کا فارسی میں ترجمہ بھی کرایا۔

امراء ہنود عہدِ تغلق میں عہد تغلق میں ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدوں پر بھی مامور کیا گیا۔ جیسے سندھ کا گورنر۔ قلعہ گلبرگہ کا کمانڈر۔ دیوگیر کا نائب وزیر۔ یہ سب ہندو تھے۔ یہ وہ عہدے ہیں جو آج کلیدی عہدے کہلاتے ہیں۔ اور ان پر معتمد ترین لوگوں کو ہی مقرر کیا جاتا ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں جب بغاوت کرنا آسان ہی نہیں تھا۔ بلکہ امراء کا ایک شغل بھی تھا۔

ایک ہندو کا دعویٰ قصاص میں اب آپ حضرات کے سامنے سلطان محمد تغلق کی عدل پروری کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ اس جلیل القدر سلطان پر جس کی طاقت و اختیار کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ ایک معمولی ہندو امیر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سلطان نے بے گناہ اس کے بھائی کو قتل کروا ڈالا ہے۔ سلطان یہ سنتے ہی تنہا ایک خطاکار و مجرم کی طرح قاضی کی عدالت میں پہونچ گیا۔ قاضی نے اُٹھ کر سلطان کو "کورنش" بجا لانا چاہا مگر سلطان نے روک دیا۔ اور کہا کہ میں اس وقت آپ کے پاس سلطان ہند کی حیثیت سے نہیں آیا ہوں بلکہ ایک مدعا علیہ کے طور پر آیا ہوں۔ آفرین ہے اس قاضی پر کہ اس نے مقدمہ کی سماعت کر کے فیصلہ کیا کہ اگر ہندو اس پر خون بہا لینے پر تیار نہ ہو تو اس ہندو مقتول کے عوض میں سلطان کو قتل کیا جائے۔ سلطان محمد تغلق نے فوراً گردن جھکا دی مگر وہ ہندو امیر خون بہا لینے پر راضی ہو گیا۔ اور سلطان کی جان بچ گئی۔ (مذہبی رجحانات)

آثارِ قدیمہ کی شہادت یہی وہ واقعات ہیں جن کی بناء پر یہ سلطان ہندوؤں میں بڑا ہی نیک نام تھا۔ محکمہ آثار قدیمہ میں ۱۳۲۷ء کا ایک کتبہ موجود ہے۔ یہ کتبہ ایک ہندو برہمن کا ہے۔ اس نے دہلی کے قریب ایک کنوئیں پر کندہ کرایا تھا کہ سلطان محمد تغلق شاہانِ عالم میں ہیرے کی مانند ہیں۔

خاندانِ سادات

خاندان تغلق کے بعد ہندوستان کا تخت کچھ دنوں کے لئے خاندان سادات کے قبضہ میں آیا۔ پھر اس تخت پر لودھیوں نے قبضہ کیا۔

خاندان لودھی

فارسی کی ترغیب سکندر لودھی کا وہ کارنامہ جس نے آئندہ ملک کے دیوانی معاملات پر ہندوؤں کو قابض کر دیا۔ ہندوؤں کو فارسی پڑھنے کی ترغیب تھی۔ یہ پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے ہندوؤں کو فارسی پڑھنے کی ترغیب دی۔ اور یہ بیج انہیں کا بویا ہوا تھا کہ عہد مغلیہ میں سارے سرکاری دفاتر پر ہندو قابض ہو گئے۔

کوروکشیتر کا میلہ سلطان سکندر لودھی کو ہندوؤں کی برائیاں دور کرنے کا بھی بہت خیال تھا۔ اسی لئے انہوں نے سید سالار مسعود غازی کے ہاں جو مسلمان لگا کرتے تھے سارے ملک میں بند کروا دیئے۔ ان کے سامنے ہندوؤں کے ایک میلے کا بھی سوال آیا۔ اور وہ کوروکشیتر کا میلہ تھا۔ سلطان نے اس میلے کو بھی بند کرانا چاہا لیکن جب اُس نے اپنے اس ارادے کا ایک عالم دین شہزادہ میاں عبداللہ کے سامنے اظہار کیا تو میاں عبداللہ نے فوراً جواب دیا کہ اسلام کسی بت خانہ قدیم کو ویران کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس جواب پر سکندر بڑا برافروختہ ہوا۔ مگر آخر اس کو میاں عبداللہ کی بات ماننی پڑی۔

(اسرار ہنود)

بھگتی تحریک سلطان سکندر لودھی کے عہد میں پہنچ کر اب مجھ کو ہندوؤں کی ایک مشہور تحریک "بھگتی تحریک" کا ذکر کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ شاہانِ ہند کی مذہبی رواداری کا اس سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں۔

ہندوستان میں جب مسلمان ایک قوم اور اسلام ایک مذہب کی حیثیت سے داخل ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں نے "پنچ شیلا" کے اصول "جیو اور جینے دو" پر عمل کیا۔ مگر ہندو ازم اور اسلام دو مستقل مذاہب تھے۔ الگ نظریات زندگی رکھتے تھے۔ دونوں کے پاس اخلاقی اور روحانی فلسفے تھے۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ ہندو ازم اور اسلام میں تصادم نہ ہوتا۔ یہ تو درست ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں زیادہ دنوں تک سیاسی تصادم نہیں ہوا۔ اس میدان میں ہندوؤں نے بہت جلد مسلمانوں کی بالادستی تسلیم کر لی۔ مگر جہاں تک دھرم کا سوال ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو دھرم نے پہلے ہی دن سے اسلام سے ٹکرانے کی تیاری شروع کر دی۔

سادات و ہندو توحید کی تاثیر جب مسلمان ہندوستان میں وارد ہوئے تو ہندو وہ دانشمند و مفکرین نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ ہندو سماج مسلمانوں کی تہذیب سے متاثر ہو رہا ہے۔ خود پنڈت جواہر لال نہرو نے اس حقیقت کا اس طرح اعتراف کیا ہے کہ

> "شمال مغرب سے آنیوالے حملہ آوروں اور اسلام کی آمد ہندوستان کی تاریخ میں کافی اہمیت رکھتی ہے اس نے ان خرابیوں کو جو ہندو سماج میں پیدا ہو گئی تھیں یعنی ذات کی تفریق چھوت چھات اور انتہا درجہ کی خلوت پسندی کو بالکل آشکار کر دیا۔ اسلام اخوت کے نظریئے اور مسلمانوں کی عملی مساوات نے ہندوؤں کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا ہے۔" (تلاش ہند)

آپ اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

> "اسلام کے عقیدہ توحید سے ہندو دھرم متاثر ہوا ہے اور ہندوؤں کے وحدۃ الوجود سے اسلامی فلسفہ۔"
>
> (تلاش ہند)

اسلام کا یہ اثر و نفوذ یا جارحانہ استبداد دیکھ کر ہندو سماج میں ایک اصلاحی تحریک چلی اسی کا نام "بھگتی کی تحریک" ہے۔

راما نج اس تحریک کے بانی کا نام "راما نج" ہے یہ تامل دیس کا رہنے والا تھا اس تحریک کے تین پہلو ہیں۔ جن کی خود "راما نج" تبلیغ کرتا تھا۔

تحریک کے تین پہلو (۱) ایک ازلی و ابدی ہستی ہے۔ جو اپنی عمدہ صفات میں لامحدود ہے۔

(۲) اس کو اپنی مخلوق کے ساتھ اتنی ہمدردی ہے کہ لوگوں کو دکھ اور گناہ سے نجات دلانے کے لئے مختلف مقدس شکلوں میں مجسم ہو کر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کو اپنی ہستی میں ضم ہونے کی دعوت دیتا ہے

(۳) ہر ایک ملتجی یا تائب خواہ وہ کسی نسل یا پیشہ کا ہو خدا تک پہونچ سکتا ہے بھگتی تحریک کی ان دفعات پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ایک اصلاحی تحریک تھی اور یہ کہ اس کی ترتیب میں عیسائیت اور اسلام دونوں سے مدد لی گئی ہے۔

راما نند "راما نج" بارھویں صدی عیسوی کا ایک زبردست ہندو مفکر گذرا ہے لیکن اس تحریک کو اس کے زمانے میں کوئی خاص فروغ حاصل نہیں ہوا۔ ایک صدی کے بعد جب شمالی ہند میں دولت شمسیہ کا ڈنکا بج رہا تھا ایک شخص "راما نند" پیدا ہوا۔ اور اس نے شمالی ہند میں جہاں شاہانِ اسلام راج کر رہے تھے اس تحریک کو مقبول عام بنا دیا۔ شری کرشن چندر جی اور شری رام چندر جی کو اس تحریک کے بعد ہی "ہندو دیو مالا" میں نمایاں جگہ ملی۔ اس سے پہلے ان دونوں بزرگ دیوتاؤں کا ہندو مندروں میں کوئی خاص مقام نہیں تھا۔ یہ تحریک ہندوستان میں دولت شمسیہ کے عہد سے پھلتی پھولتی رہی۔ حتیٰ کہ دولتِ مغلیہ کے عہد میں پہنچ کر یہ تحریک اپنے شباب پر پہونچ گئی۔ اور اس تحریک سے دو مشہور ریفارمر پیدا ہوئے۔ یعنی "سورداس جی" اور "تلسی داس جی" مقدم الذکر "کرشن بھگت" ہیں اور موخر الذکر "رام بھگت"۔ (باقی)

صوبہ اڑیسہ کے تبلیغی و تربیتی جلسے کے مختصر کوائف

ہلدیا اور خوردہ میں پبلک جلسوں کا انعقاد

(۵)

از مکرم ناظر حسان صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ کیرنگ

مانکا گھوڑا سے فارغ ہو کر تبلیغی وفد مورخہ ۱۹ر اپریل بوقت نماز عصر کیرنگ پہنچا۔ مورخہ ۲۰ر اپریل کو جمعہ کی نماز وفد نے کیرنگ میں ادا کی۔ محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل نے اٹھارویں پارے کی ابتدائی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ اور مومنین کی کامیابی کے لئے جو اصول قرآن پاک نے بیان فرمائے ہیں ان پر روشنی ڈالی۔ نماز باجماعت کی اہمیت لغو امور سے پرہیز۔ اختلافات۔ نقصانات اتحاد کے فوائد پر مختلف مثالوں کے ذریعہ روشنی ڈالی۔

کیرنگ میں تربیتی جلسہ

بعد نماز مغرب کیرنگ میں ایک تربیتی جلسے کا انتظام کیا گیا۔ یہ جلسہ مکرم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل کی زیر صدارت شروع ہوا۔ مکرم مولانا سید محمد محسن صاحب نے احباب کو جماعتی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ سید غلام ہادی صاحب نے اڑیہ زبان میں تربیتی تقریر کی اور بالآخر صاحب صدر نے سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بعض پہلو بیان فرمائے۔ آپ نے اس حدیث کی بھی تشریح کی جس میں ذکر ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر تھا۔ اور تقریر کے آخر میں آپ نے کیرنگ کے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی زمانہ میں یہاں کے نوجوانوں میں تبلیغی جوش تھا۔ وہی جوش اپنے اندر پھر سے پیدا کریں اور احمدیت کے پیغام کو اپنے ارد گرد کے علاقہ میں پھیلائیں۔ دعا پر یہ جلسہ برخاست ہوا۔

ہلدیا میں تبلیغی جلسہ

مورخہ ۲۱ر اپریل چونکہ وفد کا قیام کیرنگ میں تھا۔ اس لئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے موضع ہلدیا میں ایک جلسہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہلدیا کیرنگ سے قریب چار میل کی دوری پر ایک بستی ہے۔ جس میں اکثریت اہل ہنود کی ہے۔ جماعت کے بعض دوستوں کے وہاں تعلقات ہیں اس لئے وہاں جلسے کا انتظام کیا گیا۔ تبلیغی وفد قریب چار بجے بعد دوپہر

وہاں پہنچ گیا۔ اور قریبًا ۵ بجے پنچایتی معطرہ ہاں کے مشہور رہ۔ ؟ صاحب کو یا ج شری پنچایتی معطرا کی زیر صدارت جلسہ شروع ہوا۔

محترم سید محمد محسن صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی۔ سید غلام ہادی صاحب نے جلسہ کی غرض و غایت اڑیہ زبان میں بیان کی۔ اور محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل نے ہندو مسلم اتحاد و کلکی اوتار کی آمد پر فاضلانہ لیکچر دیا۔

آپ کا لیکچر ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ جانب شمال سے بادل اٹھے اور آنًا فانًا ہلدیا کی فضا پر چھا گئے۔ ان بادلوں کے ساتھ طوفان باد و باراں بھی تھا۔ جس کی وجہ سے جلسہ بند کرنا پڑا۔ لیکن پبلک کی زبردست خواہش کے پیش نظر پاس ہی سکول کی وسیع عمارت تھی۔ جس کے ایک بڑے کمرے میں جلسے کا انعقاد پھر سے کر دیا گیا۔ غیر مسلم احباب نے روشنی کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا اور دوبارہ مولانا کی تقریر شروع ہوئی۔

آپ نے بھوشیہ پران۔ کلکی پران۔ مہابھارت اور راماین سے وہ حالات بیان کئے جو ان مقدس اور پوتر کتابوں میں موجودہ زمانہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی کلکی اوتار کی خوشخبری جو اہل ہنود کے سامنے بیان کی۔ اس زمانے میں آنے والے موعود کی جو نشانیاں مختلف مذہبی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔ آپ نے ان کو بافصاحت بیان کیا۔ بارش کی وجہ سے اگرچہ عارضی طور پر بدمزگی پیدا ہوئی مگر لیڈران سب دوستوں نے پوری دلچسپی سے آپ کا لیکچر سنا۔

لیکچر کے اختتام پر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو کافی دیر تک جاری رہا۔ رات کے قریبًا ۱۰ بج چکے تھے جب اس جلسہ سے فراغت ہوئی۔ غیر مسلم احباب تو یہ چاہتے تھے کہ مولانا وہاں ہی قیام کریں لیکن کیرنگ کے احباب جو سینکڑوں کی تعداد میں اس جلسہ میں شمولیت کے لئے ہلدیا پہنچے تھے یہ چاہتے تھے کہ مولانا کو بھی رخصت کیرنگ لے جایا جائے۔ اتفاق یہ ہوا کہ جس بیل گاڑی

میں تبلیغی وفد کیرنگ سے ہلدیا آیا تھا طوفان باد و باراں کے شروع ہونے پر اس گاڑی کے دونوں بیل کیرنگ چلے گئے نوجوانوں نے کہا کہ وفد کے ممبران بیل گاڑی میں بیٹھیں ہم خود بیل گاڑی کھینچ کر لے جائیں گے مولانا موصوف نے جب احباب کے اس عزم کو دیکھا تو فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے ہمراہ پیدل ہی کیرنگ چلوں گا چنانچہ ایک قافلہ کی صورت میں احباب کیرنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور ایک گھنٹہ میں کیرنگ پہنچ گئے۔

وفد کا قیام رات کو کیرنگ رہا۔ اور مورخہ ۲۲ر اپریل کی صبح کو خوردہ کے لئے روانہ ہوا۔

خوردہ میں تبلیغی جلسہ

خوردہ میں مکرم مولوی سید فضل الرحمٰن صاحب قائمقام امیر قیام پذیر ہیں۔ انہوں نے وفد کی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خوردہ میں ایک تبلیغی جلسے کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔

پروگرام کے مطابق مورخہ ۲۲ر اپریل ۵ بجے کلب ہال خوردہ میں ایک انگلش پروفیسر صاحب کی زیر صدارت جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت مکرم مولوی سید محمد محسن صاحب نے کی۔ اور اس کے بعد کلکی اوتار کی آمد پر محترم مولانا بشیر احمد صاحب نے قریبًا سوا گھنٹہ لیکچر دیا۔

آپ نے ویدک دھرم پستکوں سے کلکی اوتار کی آمد پر زمانہ کے حالات اور اس کے زمانہ میں ظاہر ہونے والی زمینی اور فلکی علامات کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ان علامات کے مطابق قادیان کی پاک سرزمین ایک شخص کا ظہور ہوا۔ جس کا نام نامی حضرت میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

آپ کے لیکچر کے بعد صاحب صدر نے صدارتی تقریر کی۔ اور آخر میں مکرم سید فضل الرحمٰن خان صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

ابتداء میں حاضری اگرچہ کم تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ کافی ہو گئی۔ اور کلب ہال سامعین سے بھر گیا۔ کیرنگ سے بھی بعض دوست جلسہ میں شمولیت کے لئے آئے اور کیرنگ کے وہ بچے جو خوردہ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں انہوں نے بھی اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں کافی دلچسپی لی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

(باقی)

مکرم قاضی شاد بخت صاحب عباسی مرحوم کی وفات

(ادارہ)

مجلس وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے قرارداد تعزیت

دفتر وقف جدید انجمن احمدیہ کے ایک مخلص کارکن اور سلسلہ احمدیہ کے ایک دیرینہ خادم مکرم قاضی شاد بخت صاحب عباسی مورخہ ۵/۷/۶۲ کو آگرہ ہسپتال میں وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مکرم قاضی صاحب مرحوم علی پور کھیڑہ ضلع مین پوری یو۔پی کے مشہور عباسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مرحوم ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس تھے اور آخر عمر میں مرکز کی برکات سے مستفیض ہونے کیلئے اور مرکز قادیان کی آبادی کی غرض سے مستقل طور پر قادیان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ مرحوم موصی تھے اور حصہ آمد کے جملہ واجبات وغیرہ ادا کر چکے تھے۔ جولائی ۱۹۵۹ء میں وقف جدید کے اجراء پر مجلس وقف جدید قادیان کی درخواست پر نہایت قلیل مشاہرہ پر اپنی خدمات سلسلہ کے لئے پیش کر دیں اور نہایت محنت اور شوق اور مستعدی سے خدمات بجا لاتے رہے۔

جون ۱۹۶۲ء میں وقف جدید کی بعض اغراض کے پیش نظر دفتر وقف جدید کی طرف سے ساندھن ضلع آگرہ بھجوائے گئے۔ لیکن افسوس کہ اسی سفر کے دوران میں وہ بیمار ہو گئے اور آگرہ ہسپتال میں داخل ہوئے لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ اور خدمات سلسلہ بجا لاتے ہوئے مورخہ ۵/۷/۶۲ کو آگرہ میں ہی وفات پا گئے۔

مقامی طور پر چونکہ کسی احمدی کے علم میں نہ تھا اس لئے ان کی وفات کے وقت کوئی احمدی پاس نہ تھا۔ مرحوم کے لڑکے مکرم سکندر بخت صاحب بڑی مشکل سے فیروز آباد سے آ کر نعش تلاش کی اور آگرہ میں ہی دفن کر دیا۔

مجلس وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان مکرم قاضی صاحب مرحوم کی وفات پر سخت رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ اور ان کے جملہ عزیزان و اقارب کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین مقامی طور پر چونکہ کوئی احمدی جنازہ میں شامل نہ تھا اسلئے احباب سے جنازہ غائب کی درخواست ہے۔

خاکسار مرزا وسیم احمد انچارج وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشادات

احباب جماعت کے نام

۱۔ اضافہ چندہ جات کے بارہ میں

"اپنے چندوں کو بڑھاؤ اور خدا کی رحمت کو کھینچو۔ کیونکہ جتنا تم دو گے اُس سے ہزاروں گنا تمہیں ملے گا اور دنیا کی ساری دولت کھینچ کر تمہارے قدموں میں ڈال دی جائے گی۔ جس کے متعلق تمہارا فرض ہوگا کہ سلسلہ احمدیہ کے لئے خرچ کرو۔ تاکہ دنیا کے چپہ چپہ پر مبلغ بھیجے جاسکیں اور ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے اور دنیا کی ساری حکومتیں اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آپ کو یہ بات بڑی معلوم ہوتی ہوگی مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی نہیں۔"

۲۔ عہدیداروں کے نام

بقایا داران اور بے شرح افراد کی اصلاح کیلئے

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ میں کمی کا بڑا دخل ان نادہندوں کا ہے۔ جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود اخلاص کی کمی کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں۔ ان کی غفلت بھی سلسلہ کے لئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے پس میں امراء اور سیکرٹریان جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے۔ تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہو سکیں۔"

"میں ان دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں۔ وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات زیادہ ہیں یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔"

۳۔ ادائیگی چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق

"چندہ جلسہ سالانہ شروع سال میں ہی ادا کرنا چاہیئے۔ تاکہ جلسہ سالانہ کے لئے اجناس و دیگر سامان بروقت خرید لیا جائے۔"

۴۔ زکوٰۃ کے متعلق فرمایا

"تیسری چیز جس پر خصوصیت سے اسلام نے زور دیا ہے اور جس کی طرف بار بار قرآن کریم میں توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ بے شک کماؤ مگر جو کچھ کماؤ اس پر زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اگر کوئی شخص باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دنیا کو دین کی خاطر کما رہا ہے لیکن اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہیں دیتا۔ تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دنیا محض دنیا کی خاطر کما رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا شوق اس کے دل میں نہیں۔ اگر واقعہ میں اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت کو جذب کرنے کا احساس ہوتا اور اگر وہ دنیا کو دین کی خاطر کما رہا ہوتا تو اُس کا فرض تھا کہ وہ اپنے مال میں سے خدا تعالیٰ کا حق ادا کرتا اور پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کرتا۔ لیکن جب وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا تابع ہے خدا تعالیٰ کے احکام کے تابع نہیں۔"

احباب جماعت و عہدیداران کرام اپنے پیارے امام کے ارشادات پڑھیں اور ان کی تعمیل میں اپنی ذاتی اور خاندانی مشکلات کے مقابل پر سلسلہ کی مشکلات کو مقدم رکھتے ہوئے ایثار اور قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت کو حضور کے ارشادات پر لبیک کہتے ہوئے فرض شناسی اور عمل تعاون کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

تقرر عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ بھارت!

بھدرک۔ ضلع بالاسور۔ اڑیسہ

صدر۔ مکرم مولوی سید محمد زکریا صاحب۔
نائب صدر۔ " " ہارون الرشید صاحب
سیکرٹری مال " " میاں غلام ہادی صاحب
" تعلیم و تربیت۔ مکرم مولوی ہارون الرشید صاحب
" امور عامہ " " شیخ شمس الدین صاحب
" تبلیغ و تحریک جدید و وقف جدید۔ مکرم شیخ قمرالدین صاحب شمشیر

راٹھ مسکرا۔ ضلع ہمیرپور۔ یو۔پی

صدر۔ مکرم اسرار محمد صاحب۔
سیکرٹری مال و تبلیغ۔ مکرم انوار محمد صاحب
" تعلیم و تربیت۔ " ابرار محمد صاحب
" امور عامہ " وحید الحسن صاحب

نوٹ: (۱) جن جماعتوں میں سب عہدوں کے لئے سیکرٹری منتخب نہیں ہوئے وہاں صدر جماعت ہی ان امور کو سرانجام دیں گے۔
(۲) جن جماعتوں کے انتخاب ابھی تک مکمل ہو کر نہیں آئے۔ وہ اپنے انتخابات جلد از جلد کرا کر ارسال کریں۔ مبلغین و انسپکٹر توجہ دیں۔
(۴) یہ تقرر ۳۰ر اپریل ۱۹۶۵ء تک کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔

ناظر اعلیٰ قادیان

شموگہ میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی تشریف آوری

(بقیہ صفحہ ۲)

کی تلقین فرمائی ہے۔ نیز مذہبی اختلافات کے حل کے لئے آپ نے جو زریں اصول بیان فرمائے ہیں۔ اُنہیں پیش کر کے بتایا کہ انجام کار دنیا انہیں اصولوں کو اپنا کر فلاح حاصل کریگی۔ آپ کے بعد مکرم صاحبزادہ صاحب نے مسدارتی خطاب میں بعض اہم نکات بیان فرماتے ہوئے جلسے کی غرض و غایت کو واضح فرمایا۔ اور حاضرین اور مقررین کے شکریہ کے بعد جلسہ کی برخاستگی کا اعلان فرمایا۔ محترم صاحبزادہ صاحب کے مختصر قیام میں جماعت کے تمام افراد میں زندگی کی نئی روح محسوس ہوتی رہی۔ مورخہ ۲/۷/۶۲ کو روانگی ہوئی صاحب موصوف کو کار میں ہمٹاگری ریلوے سٹیشن پر پہنچایا گیا۔ جو شیموگہ سے ۲۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے ساتھ خدام اور اطفال بھی دوسری کار میں الوداع کہنے کے لئے ہمراہ پہنچے۔ راستہ بھر خدام اور اطفال نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ ٹھیک ۷ بجے شام کو ہری ہر سے گاڑی ہبلی کے لئے روانہ ہوئی۔ اور تمام خدام موصوف کو خدا حافظ کہتے ہوئے کار میں گھروں کو واپس لوٹے۔

محترم چوہدری مبارک علی صاحب ہبلی تا بمبئی سفر کے انتظامات کے لئے ایک دن قبل ہبلی جا چکے تھے۔ شموگہ سے ہبلی تک مکرم حکیم محمد دین صاحب انچارج تبلیغ حلقہ میسور سٹیٹ نے سفر کیا۔ اور مورخہ ۳/۷/۶۲ کو موصوف بوقت ۲ بجے بعد دوپہر بذریعہ پونہ میل مع ہمراہ رفقاء عازم بمبئی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

منقولات

دنیا کے مسلمانوں کی تعداد

عالمی اسلامی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس میں دنیا کے مسلمانوں کی تعداد سے بحث کی گئی ہے اس کتابچہ کی رو سے دنیا کے مسلمانوں کی تعداد ساٹھ کروڑ ہے ان میں ۲۵ کروڑ ۶۲ لاکھ مسلمان آزاد ملکوں میں رہتے ہیں۔ دوسرے ملکوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں آجاتے ہیں۔ وہاں ان کی تعداد چار کروڑ ہے اور جہاں اقلیت میں ہیں وہاں ان کی تعداد ۱۶ کروڑ سے زیادہ ہے ان کے علاوہ دنیا کے دوسرے حصوں میں پانچ کروڑ ۶۹ لاکھ مسلمان اقلیت کی حیثیت میں رہتے ہیں۔

یہ ساٹھ کروڑ کی تعداد کم نہیں ہے اور آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ دنیا میں یہودیوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے۔ بدھ مت والوں کی تعداد ۱۴ کروڑ ہے عیسائی اپنے مختلف فرقوں کو ملا کر ستر کروڑ کی تعداد میں ہیں۔ گویا دنیا کے مسلمان تعداد میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی تعداد ۵۰ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے مسلمان سوچیں کہ دنیا میں ان کا مقام کیا ہے (الجمعیۃ دہلی ۲۲/۷)

میونسپل کمیٹی قادیان کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ کی مملوکہ جائیداد ریتی چھلہ کی متعلق غلط اقدام

قادیان مورخہ ۱۳/۱۴ رجولائی ۶۲ء۔ قصبہ قادیان کے درمیان میں رقبہ پچاس کنال کے قریب ریتی چھلہ کے نام سے موسوم ہے یہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت ہے۔ تقسیم ملک کے بعد جہاں انجمن کی بعض دیگر جائیدادیں غلط فہمی کی بناء پر متروکہ قرار دی گئیں وہاں ریتی چھلہ کی اراضی و دکانات بھی محکمہ کسٹوڈین کے قبضہ میں چلی گئیں۔ صدر انجمن احمدیہ نے حکومت ہند کے پاس اپنی جائیدادوں کی واگذاری کے لئے لگاتار کئی سال کوشش کر کے اپنی جائدادوں کو واگذار کرانے کا فیصلہ کروایا۔ ان جائیدادوں میں ریتی چھلہ کی جائیداد بھی شامل ہے۔ اس دوران میں N.C.C کے زیر انتظام پانی کے نکاس کے لئے انسدادِ ملیریا کے سلسلہ میں شہر کے مختلف حصوں میں جہاں جہاں نشیبی جگہیں تھیں ان کو ہموار کر کے پانی کے نکاس کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ریتی چھلہ میں بھی ایک چھوٹی سی نالی نکالی گئی۔

اب جبکہ ریتی چھلہ سرکار کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام واگذار ہو گیا۔ اور صدر انجمن احمدیہ نے فیصلہ کیا کہ اس مرکزی جگہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں پر کچھ دکانیں تعمیر کر دی جائیں۔ اور اس تعلق میں اس نشیبی جگہ پر بھرتی ڈالنی شروع کی اور وہ نالی جو بھرتی کے درمیان میں آتی تھی بند کر کے پانی کے نکاس کے لئے شمالی طرف اور نالی بنا دی گئی۔ لیکن افسوس ہے کہ اس موقعہ پر میونسپل کمیٹی قادیان کی طرف سے اس نالی کو دوبارہ کھدوا کر صدر انجمن احمدیہ کے بھرتی اور تعمیر کے کام کو نقصان پہنچایا۔ جب مقامی پولیس میں اس بے جا مداخلت کے متعلق رپورٹ کی گئی۔ تو ان کی طرف سے میونسپل کمیٹی کے عہدیداران کو ہدایت کی گئی کہ وہ اس نالی کھودنے کے کام کو آخری فیصلہ تک ملتوی رکھیں۔ اور بھرتی ڈالنے کے کام میں مزاحمت نہ کریں۔ لیکن میونسپل کمیٹی والوں نے اس ہدایت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نالی کو دوبارہ کھدوا لیا۔ افسوس ہے کہ احمدیہ جماعت جو ایک پابند قانون اور پُر امن اقلیت ہے۔ اس کو خواہ مخواہ پریشانی میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ اور بھرتی کا کام رُکنے کی وجہ سے اور موسم برسات کے شروع ہونے کی وجہ سے صدر انجمن احمدیہ کو بہت بھاری نقصان ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ افسرانِ بالا اس بارے میں مؤثر کارروائی کر کے احمدیہ جماعت کے جائز شہری حقوق کا تحفظ کریں گے۔

خبریں

بنگلور ۱۶ رجولائی۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے کل یہاں پنچائت راج کے متعلق دوسری کنونشن کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ پنچائتوں کو مزید اختیارات سمجھانے چاہئیں۔ پنچائت راج سے لوگوں کو نہ صرف پارلیمنٹری بننے کی ٹریننگ ملے گی بلکہ اس کا مقصد وزیر اعظم تیار کرنا بھی ہے۔ شری نہرو نے کہا کہ آج ہمارے ملک کا ہر لڑکا یا لڑکی مستقبل کا پردھان منتری بن سکتا ہے۔ کچھ آدمی اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ نہرو کے بعد کون وزیر اعظم بن سکے گا؟ انہیں میرا جواب یہ ہے کہ وہ بیدار ہوں اور اپنے ارد گرد دیکھیں۔ انہیں جیتے جاگتے آدمی نظر آئیں گے نہرو کے بعد کام سنبھالنے کی ٹریننگ بنیادی لاکھوں آدمیوں کو دی جا رہی ہے جمہوری نظام میں چند افراد کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔ شری نہرو نے کہا کہ بعض لوگ بیرطانوی راج میں وائسرائے گورنر دیا راجواں مہاراجوں اور نوابوں کی حکومت کے عادی۔ ہیں کہ انہیں بڑے مرتبہ کے بغیر گذارہ جھوٹے کی بات ہو میں سوچتی ان میں شک نہیں کر

ہر ملک میں کچھ بڑے آدمی ہوتے ہیں۔ اور ہر آدمی بڑا آدمی نہیں بن سکتا لیکن ہر آدمی کچھ نہ کچھ عظمت ضرور حاصل کر سکتا ہے۔ بہت سے افراد تربیت حاصل کر کے بھاری ذمہ داری کے عہدے سنبھالنے کے قابل بن جاتے ہیں ہمیں اپنے نصب العین کے معاملہ میں بالکل واضح ہونا چاہیئے۔ ہمیں اچھے تربیت یافتہ اور اہل آدمی درکار ہیں۔ کیونکہ غیر تربیت یافتہ آدمی کوئی اچھا اور عظیم کام نہیں کر سکتے۔ ہمیں انجینئر اور اچھے سائنسدان چاہئیں۔ ہمیں اچھے کاشتکار بھی درکار ہیں۔ اگر ہمارے ملک نے ٹھیک ڈھنگ سے ترقی کرنی ہے تو یہ سب تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔

کسی بھی زمرہ کے آدمی ہوں انہیں جدید دنیا کے تقاضوں سے باخبر ہونا چاہیئے۔ جدید دنیا سائینس ٹیکنالوجی پر مبنی ہے۔ اس بنیادی بات کو محسوس کئے بغیر ہم اپنے مسائل حل نہیں کر سکتے اور ترقی کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتے۔ اس لئے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو فنی تربیت دینا ضروری ہے۔

سرہند۔ پتہ چلا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے عرس میں شمولیت کرنے کے لئے موم

سہ لسانی فارمولا

(بقیہ صفحہ اول)

یہ امر غور طلب ہے کہ اس وقت جب ملک کی صدارت نائب صدارت اور وزارت عظمےٰ کی گدیوں پر ایسی تین ہستیاں بیٹھی ہیں۔ جو اپنی رواداری اور اردو کی قدر دانی میں مشہور ہیں۔ یعنی ڈاکٹر رادھا کرشنن۔ ڈاکٹر ذاکر حسین اور پنڈت جواہر لال نہرو۔ اگر ان تینوں سربراہوں کی موجودگی میں یوپی گورنمنٹ ایسی تعلیمی اسکیم مرتب کر سکتی ہے تو پھر اردو دان طبقہ خدا کے سوا اور کس کے پاس اپنی فریاد لے کر جائے۔

ان میں ڈاکٹر ذاکر حسین کی شخصیت تو وہ ہے کہ جب یہ "انجمن ترقی اردو" کے صدر تھے تو ان کی صدارت ہی کے زمانہ میں اردو کے لئے ایک ملک گیر دستخطی مہم چلائی گئی تھی۔ اور سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے سامنے بیس لاکھ دستخطوں کا ایک محضر نامہ پیش کیا گیا تھا۔

اگرچہ یہ بات تو اپنی جگہ بڑی عجیب ہے کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد جنہوں نے بچپن میں اردو اور قواعد بغدادی سے اپنی تعلیم کی ابتداء کی۔ جو ایک ایسی قوم کے فرد ہیں جو عہد مغلیہ سے فارسی دانی میں مشہور ہے اور جو اس صوبے کے رہنے والے ہیں جہاں اردو ادب کا بڑا بول بالا رہا ہے۔ انہیں یہ یقین دلانے کے لئے کہ ہندوستان میں اردو بولنے والے بھی ہیں یہ دستخطی مہم چلائی گئی۔ اگر کسی غیر صدر کے سامنے یہ محضر نامہ پیش کیا جاتا تو اس کی وجہ جواز سمجھ میں آ سکتی تھی۔ خیر اس آسمان کے نیچے بہت سی حیرت انگیز باتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ بھی ہو گئی تو کیا ہوا۔ لیکن اب کہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب جمہوریہ ہند کے نائب صدر ہیں۔ انہیں تحفظ اردو کے لئے کوئی مؤثر قدم اٹھانا چاہیئے۔

لیکن اس جگہ اردو داں طبقہ خصوصاً مسلمانوں کی ذمہ داری ہے وہ بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ مسلمانوں کو خود اعتمادی اور خود حفاظتی کا سبق یاد کرنا چاہیئے۔ زمانے کا تیور بتا رہا ہے کہ ان کو ابھی اور بھی کٹھن دن دیکھنے ہیں۔ اس لئے ہر کام میں حکومت پر بھروسہ کرنے کی عادت ترک کرنی چاہیئے۔ دستور نے مسلمانوں کو جمہوریہ ہند میں آزادیاں دی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اپنے اسکول اور کالج کھولنے چاہئیں یعنی دوسرے کا جھولا اور تبلیغی اداروں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ ہماری مسجدوں کے مینار سے صدائیں لا الہ الا اللہ کی آواز اور تند و تیز ہوں۔

جمعیۃ العلماء ہند جنہوں نے ابھی تک سب سے زیادہ کانگریس پر اظہار اعتماد کیا ہے۔ اور جو کانگریس کے نزدیک بھی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ اب اسے سیاست سے زیادہ مسلمانوں کی تعلیمی۔ تربیتی اور اقتصادی باتوں میں دلچسپی لینی چاہیئے۔ انہیں سکندر و اسفندیار بننے کی بجائے اب خواجہ معین الدین چشتی اور مجدد الف ثانی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔ کیا انہیں حادثات جبل پور و مالدہ کے بعد سہ لسانی فارمولے کی یہ صورت دیکھ کر اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر یاد نہیں آتا؟

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

۲۹، ۳۰، ۳۱ رجولائی کو منایا جا رہا ہے دو صد پاکستانی زائرین آ رہے ہیں ان کے علاوہ اجمیر۔ رام پور۔ مالیرکوٹلہ بمبئی۔ سوراشٹر۔ مدھیہ پردیش۔ اترپردیش گجرات کاٹھیاواڑ۔ لکھنؤ۔ دہلی۔ جموں کشمیر سے بھی زائرین آئیں گے۔ عرس کی تیاریاں زور شور سے ہو رہی ہیں۔